شاعری

یاد

اسد ہاشمی

شاعری
یاد
اسد ہاشمی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پوشیدہ بھی تو ہی، تو ہی ہر شے سے عیاں ہے
معمور ترے نور سے یہ سارا جہاں ہے
اِک تو ہے کہ رکھتا ہے مجھے اپنی اَماں میں
اِک نام ہے تیرا جو مرے وِردِ زباں ہے

کتاب ملنے کا پتہ

عباس نگر گلی نمبر ۵ گھر نمبر ۱۱۳ مالیگاؤں ناسک

423203

ضیاء المصطفیٰ محمد اسماعیل یادؔ علوی

7276445307

پیشکش

بزمِ تنویرِ ادب مالیگاؤں

پبلشر

عاصی ایجوکیشنل اینڈ شوسل ویلفیئر (رجسٹرڈ) سوسائٹی مالیگاؤں ناسک

جملہ حقوق بحق تنویر اشرف محفوظ ہیں

نام کتاب	یاد
شاعر	اسدؔ ہاشمی
کمپوزنگ تزئین	عاصی کمپیوٹر
صفحات	۱۲۸
سرورق	فرزاد علی زیرک
پبلشر	عاصی پبلشر مالیگاؤں
تعداد	۵۰۰
سن اشاعت	۲۰۲۲ء
قیمت	۱۳۰

Poetry Book

ASAD HASHMI

Address: H. NO 113 L. NO 05
Abbas Nagar (Malegaon) Nasik
Maharashtra 423203 • ziyahashmi93@gmail.com
tanveerashraf313@gmail.com

AsadHashmi 7276445307 TanveerAshraf 9518382337

انتساب

اپنے اُن قارئین کے نام...

جن کی باریک بیں نظروں نے
مجھ ناچیز کے غزلیہ کلام پر اپنے
قیمتی و نیک مشورے دیے

اپنے اُن محبّین کے نام...

جن کی محبّتوں کا ثمرہ
آپ کے ہاتھوں میں میرا پہلا
مجموعہ کلام بنام "یاد" اپنی
تابانیاں بکھیر رہا ہے

اپنے اُن کرم فرماؤں کے نام...

جنہوں نے اس مجموعہ کی
اشاعت میں دامے، درمے،
قدمے، سخنے
اپنے ادبی و مالی تعاون سے نوازا

اپنی بات

الحمد للہ رب العالمین ....

بے پناہ مسرتوں اور خوشیوں کے درمیان آج اپنا پہلا مجموعہ کلام بنام "یاد " قارئین کی نذر کرتے ہوئے اک قلبی سکون محسوس کر رہا ہوں
پروفیسر ولی الحق انصاری کہتے ہیں...

ہم خاک میں ملنے پہ بھی ناپید نہ ہونگے
دنیا میں نہ ہوں گے تو کتابوں میں ملیں گے

بس اسی شعر نے اک حوصلہ دیا بعد از مرگ زندہ رہنے کے لیے...
اپنی بات میں لکھنے کے لئے شاید ایک ہی جملہ میری سابقہ زندگی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کردے "بچپن کا ضیاء المصطفیٰ اپنے آباء واجداد کی ادبی وراثت میں جب حصہ دار ہوا تو ادبی محفلوں میں میرے لئے 'اسد ہاشمی' کے قلمی نام کی گونج ہوئی اور سرزمین ادب پر استقبال کیا گیا پس انہی محبّتوں کے درمیان میں نے آغازِ سخن کیا"
اکثر و بیشتر مقامی و بیرونی مشاعروں میں رفقائے ادب سے ملاقات، بزرگوں کی صحبت و ناصحانہ باتوں نے میرے کلام کو مزید نکھارنے میں مدد کی اور آج انہی محبّتوں کے پھولوں کو یکجا کر کے ایک مجموعہ کی شکل "یاد" کے روپ میں آپ احباب کی عدالت میں پیش کر رہا ہوں........

گر قبول افتد زہے عزّ و شَرف...

پائے سخن میں لرزش ہے کہ میں اپنے ان احسان مندوں کا ذکر کیسے نہ کروں جنہوں نے میرے اس مجموعۂ کلام کی ترتیب کے ابتدائی دنوں سے لے کر منظرِ عام پر آنے تک حوصلہ افزائی کی اور قدم قدم پر میری مدد کو آتے رہے خصوصاً اس مجموعہ کے دیرینہ رفیق محسن نواز دیناچوری اور ان کی انجمن کا، اپنی بزم تنویرِ ادب کے اراکین کا، سرزمین پاک سے تعلق رکھنے والے محترم علی فرزاد زیرک صاحب اور مقامی طور پر برادرِ محترم احمد نعیم انقلابی صاحب کا شکر گزار ہوں۔۔۔

اللہ پاک ان تمام کو بہتر جزاء عطا فرمائے

_آمین ثم آمین

اسدؔ ہاشمی

اسدؔ ھاشمی: فن و شخصیت

نام :۔ضیاء المصطفیٰ محمد اسماعیل یار علوی
تخلص :۔اسدؔ ہاشمی
جائے پیدائش :۔مالیگاؤں
تاریخ پیدائش :۔1986-03-28
رہائش :۔عباس نگر۔ مالیگاؤں (ناسک)
پیشہ :۔صنعت پارچہ بافی سے منسلک
مشغلہ :۔ اردو شعر و سخن کے استاد شعرائے کرام کو پڑھنا ادبی مشاعروں اور نشستوں میں شرکت کرنا۔اسدؔ ہاشمی صاحب کا شمار شہر مالیگاؤں کے ان نوجوان شعرائے کرام میں ہوتا ہے جو اردو شعر و سخن کی محفلوں میں اکثر و بیشتر سرگرم عمل رہتے ہیں۔اسدؔ ہاشمی صاحب تقریبًا شعر و ادب کی ہر صنف پر دسترس رکھتے ہیں۔موصوف نے اپنی شاعری کی ابتداء 2001ء میں کی۔ اور اسکے بعد سے شہر مالیگاؤں میں منعقد تقریبًا ہر ادبی نشستوں کی زینت بنے رہتے ہیں۔موصوف کی ہی فاؤنڈر شپ میں بزم تنویر ادب جو کہ اردو شعر و سخن خصوصًا نوجوان اور نو مشق شعرائے کرام کے فن کو نکھارنے کیلئے تشکیل دیا گیا ہے الحمد اللہ کامیابی کیساتھ اپنے پانچ سال مکمل کر چکا ہے۔اسدؔ ہاشمی صاحب اکثر و بیشتر بیرون مشاعروں میں بھی شرکت کرتے ہیں۔،، یاد،، کے بعد زندگی نے وفا کی تو موصوف کا دوسرا شعری مجموعہ "عارضِ تاباں"

کی شکل میں احباب ذوق نظر کی بصارتوں کے درمیاں ہوگا۔ آیئے ان کے نمونہ کلام سے مستفیض ہوتے ہیں۔

حمدیہ رنگ

اے خدا روزِ ازل سے اس چراغِ طور تک
تو ہی تو آیا نظر میری نظر کو دور تک
نورِ حق سنتے ہیں تیری اک جھلک کے واسطے
سولیوں پہ چڑھ گئے تھے سرمد و منصور تک

نعتیہ رنگ

کہتی ہے سانسوں کی سرگم صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کے قدموں میں نکلے دم صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کے ہر عاشق کی نظر میں شہر مدینہ ایسا ہے
جیسے گلوں پہ صبح کی شبنم صلی اللہ علیہ وسلم

غزلیہ رنگ

یہ سچ ہے مری جان کہ نایاب ہیں آنکھیں
چاہت کی کتابوں کا حسیں باب ہیں آنکھیں
پروازِ رفتار کو میں دیکھ کے سوچوں
شاہین زمانہ ہیکہ سرخاب ہیں آنکھیں

تنویر اشرف

جناب اسد ہاشمی

باریابِ سُخن

الحمد للہ رب العالمین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

السلام علیکم۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج مورخہ 15 جولائی 2022 بروز جمعہ جب میرے ہاتھوں میں جناب اسدؔ ہاشمی صاحب کا مسودہ بنام 'یادؔ' ہے جسے پڑھنے کے بعد محسوس ہوا کہ اردو ادب کا دائرہ آج بھی بہت وسیع ہے۔ آج بھی اردو زبان کے محافظوں کی کوئی کمی نہیں ہے انہیں محافظوں میں ایک نام اسدؔ ہاشمی کا ہے۔ جو 2001ء سے اردو زبان کی تشہیر کے لئے اپنا لہو بذریعہ قلم اُگل رہے ہیں 21 سال کا طویل عرصہ موصوف نے اردو کے الفاظوں کا اجماع کیا اور اس کے بعد اب اپنے فن کو اہلِ ذوق اور محبانِ اردو کے حوالے کرنے کا متین ارادہ کیا ہے موصوف کو میں 2010ء کے آخر سے جانتا ہوں اگر سچ کہوں تو موصوف اور ان کے چند احبابِ سخن کو میں نے اول دن سے ہی شعر و شاعری سے وابستہ پایا اور انہیں کے ساتھ کچھ روز فرصت کے اوقات بیٹھتا تھا۔ جس کی وجہ سے مجھے بھی شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوا انہیں احباب سے میں نے شعر کہنا سیکھا ہے اور آج جب موصوف کی پہلی کتاب 'یادؔ' پڑھ رہا ہوں تو اپنی خوشی کا اظہار کرنے کے لیے میری زنبیل زباں میں الفاظ نہیں ہیں کہ میں اپنی خوشی کا اظہار کرسکوں اور نہ ہی ان کے اشعار پر کوئی تبصرہ کرسکتا ہوں موصوف حمد، نعت، غزل

ہزل، نظم، رباعی، قطعات حتیٰ کے تمام صنف پر مضبوطی سے گامزن ہیں ان کی فنی صلاحتوں کا تذکرہ کرنا مُحال ہے ان کی کتاب پڑھنے کے بعد یکا یک میری زبان سے جو لفظ نکلا وہ یہ ہے باریابِ سخن اور اسی نام سے اپنی اس تحریر میں مَیں نے موصوف کو یاد کیا ہے بارگاہِ وحدہٗ لاشریک میں دعا گو ہوں کہ حمد نعت غزل اور قطعات و متفرق اشعار کا یہ مجموعہ اپنے اوج وکمال سے اردو کے متوالوں میں اپنی شناخت بنائے اور نومشق شعراء کے لئے مثلِ شمع ہو۔۔اللہ پاک موصوف کے علم وفن میں برکت عطا فرمائے اور ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔۔۔آمین

مقامِ عشق سے آگے کی آرزو کرنا
یہ مشغلہ ہے دِوانوں کا تُو عفو کرنا
مجھے عزیز ہے کارِ جنوں! سلامت ہو
اُٹھا کے بارِ الم تیری جستجو کرنا

متولی وسجادہ نشین خانقاہ شمسیہ جہانگیریہ ابوالعلائیہ مالیگاؤں

جواں سال شاعر و فن کار، اسدؔ ھاشمی

الحمد اللہ ۔۔ میرے مطالعہ کی میز پر کچھ خوبصورت غزلیں ہیں جو جواں سال شاعر و فنکار جناب اسدؔ ہاشمی صاحب کے حسین تخیلات کی عکاس ہیں اور شاعر کی جدت پسندی کی غماز بھی۔ اس بھری جوانی میں پختہ افکار اور حسین انداز، فن کی باریکیوں پر زبردست گرفت اس بات کا ثبوت ہے کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بہت خوشی ہوتی ہے جب میں نوجوانوں کو اردو کی زلف برہم کو سنوارتے دیکھتا ہوں اور یقین ہونے لگتا ہے کہ یقیناً جس طرح اردو کل زندہ تھی آج زندہ ہے ان شاء اللہ ان ابھرتے ہوئے شاعروں اور قلمکاروں کی وجہ سے کل بھی زندہ رہے گی۔ میں بصد مسرت مبارکبادی دیتا ہوں محترم اسد ہاشمی صاحب کو کہ آپ کے تخیلات و افکار زیب قرطاس ہو کر کتابی شکل میں منظر عام پر آرہے ہیں انشاء اللہ یہ کتاب آنے والی نسل کیلئے مشعل راہ ثابت ہوگی

فقط والسلام

ذاکر نوری فناء القادری

سچّے جذبوں کا شاعر۔ اسدؔ ہاشمی

سرزمین پاک وہند، ادب اور شاعری کے حوالے سے بے حد زرخیز ہے کہ جس نے بڑے بڑے شعراء کو جنم دیا جنہوں نے اپنے وطن کی مٹی کی خوشبو سے اپنے خیالات کو کبھی اشعار میں سمویا تو کبھی اس محبت کا قرض نثر کی شکل میں ادا کیا۔ اس سرزمین پر ادب کی آبیاری کرنے کی غرض سے کبھی شاہی محلات میں شاعری کی عظیم الشان محفلیں سجائی جاتیں جو رات گئے تک جاری رہتیں تو کبھی قہوہ خانوں میں شعروسخن کی محفلیں تشنگانِ ادب کی پیاس بجھانے کا باعث ہوتیں۔ آج بھی شاعری کی محفلوں کا رنگ وروپ مدہم نہیں ہوا۔ ملک کے کونے کونے میں ایسی محفلیں سجائی جاتی ہیں جن میں نوجوان بھی بے حد شوق سے حصہ لیتے ہیں اور اپنے فن کے جوہر دکھاتے ہیں۔ انڈیا کے شہر مالیگاؤں کے عباس نگر کا ایک نوجوان شاعر اسد ہاشمی بھی ان شعرا کی فہرست میں شامل ہے جو ایسی محفلیں سجاتا بھی ہے اور ایسی محفلوں کو اپنی شاعری سے معطر بھی کرتا ہے۔ اس کی شاعری پُر اثر اور پُر معنی ہونے کے ساتھ اس کی سوچ کی گہرائی اور طائرِ خیال کی بلند پروازی کی ترجمان ہے۔ اسد ہاشمی نے اپنے مجموعہ کلام کا آغاز حمد ونعت سے کر کے حق بندگی ادا کرنے کی سعی کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی غزلوں میں مجاز کے ساتھ ساتھ حقیقت کا رنگ بھی ملتا ہے۔ اور کبھی تشنگی کا ذکر کر کے اہل بیت کی محبت کا قرض بھی ادا کرتا ہے۔

وہ کہتا ہے.............

تری تشنہ لبی کے صدقے اب روزِ قیامت تک
کوئی بھوکا تو ہو سکتا ہے پیاسا ہو نہیں سکتا

اسدؔ ہاشمی ایک نیک فطرت نوجوان ہے اسے خدائے عز و جل کا جلوہ چار سو دکھائی دیتا ہے۔اور اسے اس بات کا ادراک بھی ہے کہ کائنات اور اسکی تمام رنگینیاں حسنِ یار کی جھلکیاں ہیں جو کبھی سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو کبھی چاند کی چاندنی میں۔ وہ قدرت کے حسین نظاروں میں اس کا اجمالی رنگ دیکھتا ہے تو حوادث کی آندھیوں میں اسے اس کا جلالی رنگ نظر آتا ہے۔ اسکی محبت میں ہی اسے اپنی بقاء کا پیغام ملتا ہے۔وہ بے اختیار پکار اٹھتا ہے۔

اے خدا روز ازل سے اس چراغِ طور تک
تُو ہی تُو آیا نظر میری نظر کو دور تک

نورِ حق سنتے ہیں تیری اک جھلک کے واسطے
سُولیوں پہ چڑھ گئے ہیں سرمد و منصور تک

اور پھر نعتیہ اشعار کہہ کر خوشی سے جھومنے لگتا ہے اور کہتا ہے
آؤ بھیجیں درودوں کے تحفے انہیں
ہم بھی پڑھ پڑھ کے صلِ علیٰ نعت میں

آپ کے در سے لوٹنے والے اشک بہا کر کہتے ہیں
کیسے کٹے گا ہجر کا موسم صلی اللہ علیہ وسلم

اسدَ ہاشمی نے کبھی اپنی شاعری کو عشقِ حقیقی سے روشن کیا اور کبھی عشقِ مجازی کے رنگوں سے مزین کیا۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اسکی شاعری میں مجاز سے حقیقت کا سفر جاری ہے مریضِ عشق کو مسیحائی کی حاجت ہی کہاں رہتی ہے جب محبوب سامنے ہو تو زخمِ دل خود بخود سلنے لگتا ہے۔ جب یادوں کا ایک شہر آباد کیا جائے تو تنہائی، تنہائی نہیں لگتی وہ انہیں کیفیات کو الفاظ کی مالا میں اس طرح پروتا ہے

سنو میں یہ نہیں کہتا میں اچھا ہو نہیں سکتا
مری جاں تم مسیحا ہو تو پھر کیا ہو نہیں سکتا

سجا رہتا ہے جس کے گرد تیری یاد کا میلہ
جہاں میں ایک پل کو بھی وہ تنہا ہو نہیں سکتا

ہجر میں ملنے کی خواہش اور بے چینی، ملاپ میں محبوب کے بچھڑنے کا خدشہ، دونوں کیفیتیں ہی اپنے اندر معانی کے جہان آباد کیے ہوئے ہیں۔ اگر وصل کے بعد فراق نہ ہو تو وصل کی لذت ماند پڑ جاتی ہے۔ ہجر کی راتوں میں محبوب کی یاد میں اشکوں کے چراغ جلا کر روح و قلب کو منور کرنا اور دل کے ویرانے کو محبوب کی یادوں سے آباد کرنے کا فن اسدَ ہاشمی کے یہاں ملتا ہے۔

اشک سے آنکھ کو دل درد سے آباد کیا
میں نے اس طرح تجھے ہجر کی شب یاد کیا

اس طرح شب فراق میں شہر مراد آباد کرتا ہے۔جس میں قربت بھی ہے محبت بھی، رعنائی بھی ہے اور رنگینی بھی۔اور زلفِ یار کی خوشبو بھی جو اسکی روح کو تسکین اور دل کو اطمینان دیتی ہے۔تبھی وہ کہتا ہے۔

یہ زلفِ یار خوشبو ہے یا کہ کوئی پون
دیوانگی میں بیٹھا ہوں یہ سوچتا ہوا

اس کی شاعری میں محبت کا جذبہ بھی ہے اور محبت کے مختلف مزاج بھی ملتے ہیں جو کبھی کبھی دیوانگی تک پہنچ جاتا ہے۔اسکے یہ اشعار اس کے منفرد لب ولہجہ کے ساتھ ساتھ اسکی گہری سوچ کی بھی عکاسی کرتے ہیں۔

چمکا رہا ہے جو مرے بختِ سیاہ کو
کوشش یہی ہے کہ میں وہ تارا خرید لوں

جب مرتب ہو فہرست عشاق کی
نام میرا بھی اس میں رقم کیجئے

دکھلا دے ہمیں ایک جھلک عارض تاباں
مدت سے تری دید کو بیتاب ہیں آنکھیں

سفر بحر و بر کا ہو یا اپنی ذات کا جب انسان اپنی مٹی سے محبت رکھتا ہے تو وہ اپنی پہچان نہیں بھولتا اور اپنی انفرادیت قائم رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ نہ وہ اپنی بنیاد سے نکلتا ہے

نہ در بدر ہوتا بلکہ اس کے ساتھ وابستگی اور پیوستگی رکھتا ہے ۔ ان جذبات کا اظہار اس خوبصورت شعر میں کرتا ہے۔

محبت سے سجے دیوار و در کی بات کرتے ہیں
سفر میں بھی مسافر اپنے گھر کی بات کرتے ہیں

اپنے گھر اپنی گلی اپنے شہر اور اپنے وطن سے گہرا تعلق رکھنے والا شاعر دنیا کے ہجوم میں بھی اپنی انفرادیت قائم رکھے ہوئے ہے ۔اسکی شاعری دنیائے ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے ۔جس میں کئی موسموں کے رنگ اور مزاجوں کے کئی موسم ملتے ہیں ۔جو اسکی روشن خیالی اور وسعتِ نظری کی عکاس ہے ۔گلستان ادب کو اپنے اس مجموعہ کلام کی صورت میں حسین تحفہ دینے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں ان دعاؤں کے ساتھ کہ اسد کی شاعری کا سفر اسی طرح جاری رہے اور کامیابی اس کے قدم چومے (آمین)

فرزانہ فرحت۔لندن

نوجوان شاعر اسدؔ ہاشمی کی دلکش شاعری

عہدِ حاضر کے نوجوان شاعروں میں اسدؔ ہاشمی ایک ابھرتے ہوئے ہونہار شاعر ہیں جو اپنی خداداد صلاحیت کو کام میں لا کر حمد نعت اور غزل کے گلستان میں گلہائے رنگارنگ کا اضافہ کر رہے ہیں ان کا مجموعۂ کلام "یاد" آپ کے ہاتھوں میں ہے جس کے لئے ان کی فرمائش پر یہ تقریظ قلم بند کی جا رہی ہے۔ اسدؔ ہاشمی ایک شریف النفس نوجوان ہیں اس کا عکس ان کی شاعری میں بھی نمایاں ہے اُن کے حمدیہ اور نعتیہ اشعار دیکھیے

حمد میں بیت اللہ اور بیت المعمور کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں

تیرے ذکر و فکر میں مشغول ہیں بندے ترے
خانۂ کعبہ سے لے کر خانۂ معمور تک

نعت کا انداز دیکھیے...............

آؤ بھیجیں درودوں کے تحفے انھیں ﷺ
ہم بھی پڑھ پڑھ کے صلِ علیٰ نعت میں

جھوم اٹھتا ہے رہ رہ کے دل یہ اسدؔ !
شعر ہوتا ہے جب بھی نیا نعت میں

اس طرف بھی نگاہِ کرم کیجیے
میرے دل کو بھی مثلِ حرم کیجیے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کے ہم کو بھی نسبت کا تاج
دو جہاں میں ہمیں محترم کیجیے

لیکن وہ شخص زاہدِ خشک نہیں وہ اخلاق اور روحانی قدروں کے ساتھ ساتھ حسن و عشق کے تعلق کو بھی انسانیت کے وقار اور احترام کے تناظر میں پیش کرتے ہیں ان کے کلام میں کہیں بھی تہذیب و ثقافت کی سنجیدہ قدروں سے انحراف نہیں ملتا یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کچھ زاہدِ خشک قسم کے لوگ غزلیہ شاعری اور اس میں محبوب کے ذکر کو دینی نظر سے قابلِ اعتراض سمجھتے ہیں لیکن وہ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ حضرت کعب بن زہیرؓ نے اپنا مشہور قصیدہ بانت سعاد حضور کی خدمت میں پیش کیا تھا... ساٹھ اشعار کے اس قصیدے کے ابتدائی پندرہ اشعار میں شاعر نے اپنی محبوبہ سعاد کے حسن اور اور اس سے جدائی کا ذکر عاشقانہ انداز میں کیا ہے۔ اس کے بعد پچیس اشعار میں اس ناقہ کا ذکر ہے جو شاعر کو محبوبہ سعاد کے پاس لے جا رہی تھی لیکن وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئی۔ آخری بیس اشعار میں نعتیہ مضامین ہیں حضور نے قصیدے کے ابتدائی اشعار پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا اور انہیں خارج کرنے کو نہیں کہا بلکہ شاعر کو اپنی چادر مبارک بطور انعام عطا فرمائی۔ ایک نعتیہ شعر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح بھی کی اور "سیوف الھند"

کو تبدیل کر کے "سیوف اللہ" کر دیا۔ اس مبارک اصلاح اور قصیدہ بانت سعاد (جسے قصیدہ بردہ شریف اوّل اور قصیدہ لامیہ بھی کہا جاتا ہے) کا ذکر حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ اب اسدؔ ہاشمی کی شاعری کے کچھ نمونے ملاحظہ کیجیے۔

ایسے بنتے ہیں وہ انجان خدا خیر کرے
جیسے تھی ہی نہیں پہچان خدا خیر کرے

کیا اُنھیں زندگی عزیز نہ تھی
مر گئے ہیں جو خودکشی کر کے

ان اشعار میں محبت کا ذکر اور تغزل دیکھیے

محبت سے سجے دیوار و در کی بات کرتے ہیں
سفر میں بھی مسافر اپنے گھر کی بات کرتے ہیں

وہ جس کا سایہ تیری روح کی گہرائیوں تک ہے
محبت نام کے ہم اس شجر کی بات کرتے ہیں

سنا ہے عارضِ تاباں تمہارا دیکھنے والے
اب اُٹھتے بیٹھتے شمس و قمر کی بات کرتے ہیں

اس غزل میں وطن کی نام نہاد محبت کا پرچار کرنے والوں پر طنز کرتے ہیں

وطن کے نام پر جو لوگ سر کی بات کرتے ہیں
ارے وہ اپنی انگلی بھی کٹا دیں تو غنیمت ہے

سورہ الحجرات میں غیبت کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے اسدؔ چغل خوری اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں

اسدؔ میں دور رہتا ہوں ہمیشہ ایسے لوگوں سے
اِدھر آ کر جو کانوں میں اُدھر کی بات کرتے ہیں

ان اشعار میں شاعر کا احتیاطی انداز دیکھیے

میں آج عرض حال سے بچ کر نکل گیا
یاروں کے ہر سوال سے بچ کر نکل گیا
ممکن نہیں تھا پھر بھی اسدؔ میں کسی طرح
خوش فہمیوں کے جال سے بچ کر نکل گیا

کمزوروں کو انصاف نہیں ملتا اس حقیقت کی عکاسی

بات جھوٹی ہے کہ سچ یہ کہاں دیکھتے ہیں
اب تو منصف بھی فقط زورِ بیاں دیکھتے ہیں

راقم الحروف کے مجموعہ کلام دھواں دھواں چہرے مطبوعہ اپریل 1999 میں عام روش سے ہٹ کر اس طرح کے کلام ہیں.

ہے میرے عشق میں ہر دم خودی کا سوزِ نہاں
سنو کہ حسن کا پندار جل گیا ہوگا

پھول اگر اس نے ساتھ چھوڑ دیا
ہم نہ مڑ کر اسے پکاریں گے

اسدؔ بھی عام روش سے ہٹ کر اسی انداز کے اشعار کہتے ہیں

اے جانِ اسدؔ، ہم کو گر حق نہ ملا اپنا
پھر پھول سے لہجے کو تلوار کریں گے ہم

مومن نے کہا تھا۔۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

اسدؔ اس بات کو اک نئے انداز سے کہتے ہیں

سجا رہتا ہو جس کے گرد تیری یاد کا میلہ
جہاں میں ایک پل کو بھی وہ تنہا ہو نہیں سکتا

ہے میرے عشق میں ہر دم خودی کا سوزِ نہاں
سنو کہ حسن کا پندار جل گیا ہو گا

پھول اگر اس نے ساتھ چھوڑ دیا
ہم سنے مڑ کر اسے پکاریں گے

تغزل سے بھرپور شعر دیکھئے۔

یقین مانو تمہارا ملنا کسی بھی نعمت سے کم نہیں ہے
مری نگاہوں میں تم سے بڑھ کر کوئی بھی اہل کرم نہیں ہے

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

اس بات کو اسدؔ منفرد انداز میں کہتے ہیں۔

آج بھی چلمن میں چھپ کر اے مرے رشکِ قمر
کھیلتی ہیں تیری نظریں میرے دل کے تار سے

اسدؔ ہاشمی بزم تنویر ادب مالیگاؤں کے بانی ہیں اور ادبی سرگرمیوں میں بہت فعال ہیں۔وہ کثیر الجہات شاعر ہیں۔اس لئے مزاحیہ شاعری بھی کرتے ہیں۔ان کا مزاحیہ انداز دیکھئے

تیرے سوا جو دیکھے اسے آنکھ پھاڑ کر
رکھ دینا ایسے شخص کا حلیہ بگاڑ کر
کب تک بتوں کی طرح تکے گا اسی کو تو
پہلو میں بیٹھ اس کے ذرا چھیڑ چھاڑ کر

مجھے امید ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسدؔ ہاشمی کی شاعری ارتقا کی منازل طے کرتی رہے گی اور ہم ان کے خوبصورت کلام سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے
اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ.....

تنویر پھول (امریکہ)

حمد

اے خدا روزِ ازل سے اس چراغِ طور تک
تو ہی تو آیا نظر میری نظر کو دور تک

نورِ حق سنتے ہیں تیری اک جھلک کے واسطے
سُولیوں پہ چڑھ گئے تھے سرمد و منصور تک

تیرے ذکر، فکر میں مشغول ہیں بندے ترے
خانۂ کعبہ سے لیکر خانۂ معمور تک

ہیبتِ حق کی وجہ سے بجھ گئے آتش کدے
قوتِ باطل کے ٹوٹے قصر کے کنگور تک

تشنگانِ کربلا یہ جانتے ہیں اے اسدؔ
ظلم ڈھایا جائے گا ان پہ شبِ عاشور تک

نعتِ پاک ﷺ

ہم لکھیں گے یہی جا بجا نعت میں
مصطفیٰ مصطفیٰ مصطفیٰ ﷺ نعت میں
ان کی ﷺ آمد کا ہے تذکرہ نعت میں
مرحبا مرحبا مرحبا نعت میں
ان کی ﷺ تعریف کرتے ہیں اہلِ خرد
اے خدا اے خدا اے خدا نعت میں
نورِ حق ﷺ سے ہر اک لفظ روشن ہوا
پھیلی ہر سو ضیا ہی ضیا نعت میں
آؤ بھیجیں دُرودوں کے تحفے انھیں
ہم بھی پڑھ پڑھ کے صلِّ علیٰ نعت میں
جھوم اٹھتا ہے رہ رہ کہ یہ دل اسدؔ
شعر ہوتا ہے جب بھی نیا نعت میں

نعتِ پاک ﷺ

اس طرف بھی نگاہِ کرم کیجے
میرے دل کو بھی مثلِ حرم کیجے

جب مرتب ہو فہرست عشاق کی
نام میرا بھی اُس میں رقم کیجے

آپ پہنا کے ہم کو بھی نسبت کا تاج
دو جہاں میں ہمیں محترم کیجے

ہو سکے تو مسرت کی تلوار سے
سر غموں کے بتوں کا قلم کیجے

میں مریضِ محبت ہوں اسمِ حبیب
باوضو مجھ پہ پڑھ پڑھ کے دم کیجے

یاد انکی دلا کر شبِ ہجر میں
خشک آنکھیں ہماری نہ نم کیجے

ہو چکے ہیں وہ محفل میں جلوہ نما
شور و غل اے اسدؔ تھوڑا کم کیجے

خوش ہوں رخصت ہنسی خوشی کر کے
موت کو اپنی زندگی کر کے

کیا انھیں زندگی عزیز نہ تھی
مر گئے ہیں جو خود کشی کر کے

حق ہے تیرا تو چھین لے بڑھ کر
کچھ نہیں ملتا عاجزی کر کے

خوب کرتے تھے اس کی تعریفیں
لائے تھے جب نئی نئی کر کے

صاف کرتے ہیں ہم غبارِ دل
اے اسدؔ شعر و شاعری کر کے

ہزل

تیرے سوا جو دیکھے اسے آنکھ پھاڑ کر
رکھ دینا ایسے شخص کا حلیہ بگاڑ کر

کب تک بتوں کی طرح تکے گا اسی کو تُو
پہلو میں بیٹھ اس کے ذرا چھیڑ چھاڑ کر

پی کر نگاہِ ناز سے تو لڑکھڑا کے گِر
سونی گلی میں شور مچا بھیڑ بھاڑ کر

تیری زبانِ فیض سے سننے حدیثِ عشق
آئے ہیں کام دھام سبھی چھوڑ چھاڑ کر

تجھ کو ادب سے ہو جو لگاؤ تو اے اسدؔ
کچھ شعر فی البدیہہ سنا جوڑ جاڑ کر

یار وعدے کے وہ پکّے بھی تو ہو سکتے تھے
جتنے جھوٹے ہیں وہ سچّے بھی تو ہو سکتے تھے

یہ الگ بات کہ خاموش رہے سب ورنہ
شہر میں عشق کے چرچے بھی تو ہو سکتے تھے

لکھ کے محفوظ رکھا ہوگا کسی نے ورنہ
ختم دنیا سے یہ قصے بھی تو ہو سکتے تھے

خودکشی کرنا ضروری تو نہیں تھا ہمدم
تم تھے بیمار تو اچھے بھی تو ہو سکتے تھے

تو نے غیروں سے لگا رکھی ہے امید جتنا
یار دشمن ترے اپنے بھی تو ہو سکتے تھے

اب قافلہ بہار کا ان پر اتار دے
اب سوکھی ٹہنیوں کو گلِ لالہ زار دے

ہنگامہِ حیات سے گھبرا گیا ہوں مَیں
مجھکو سکوتِ شب سے کوئی پل اُدھار دے

ہر چہرۂ حسین انا کے اثر میں ہے
ہر چہرہِ حسین کو پاگل قرار دے

دنیا کو کوئی عیب نظر ہی نہ آ سکے
حسنِ تعلقات کو اتنا سنوار دے

حسنِ غزل کے واسطے اس سے کہو اسد
قرطاس دل پہ چاند سا مصرع اتار دے

حد سے اپنے گزر ہی جاتی ہے
موت بے موت مر ہی جاتی ہے

تذکرہ اُن کے تشنگانوں کا
جھیل آنکھوں کی بھر ہی جاتی ہے

جس کو وہ دیکھ لے محبت سے
اس کی قسمت سنور ہی جاتی ہے

پہلے جاتا تھا میں وہاں اکثر
اب تو میری خبر ہی جاتی ہے

یہ محبت دلوں سے جاتے ہوئے
دل کو کر کے کھنڈر ہی جاتی ہے

چاہے جتنا سنبھال کر رکھو
زندگی تو بکھر ہی جاتی ہے

رات جیسی بھی ہے اسدؔ لیکن
دے کہ نورِ سحر ہی جاتی ہے

ساری دنیا کے لئے ایک تماشا ہو جاؤں
دیکھ کہ جھیل سی آنکھوں کو پیاسا ہو جاؤں

تیری خاطر میں سمٹ جاؤں کبھی کاسے میں
اور کبھی تیرے لیئے آپ ہی دریا ہو جاؤں

سوچتا ہوں کہ ترا ہونے سے پہلے پہلے
چند لمحوں کے لیے آپ ہی اپنا ہو جاؤں

تو نے دیکھا تھا شبِ ہجر میں جو خواب کبھی
میں اسی خواب کی طرح سے ہی سچا ہو جاؤں

بھیڑ میں ہونے لگا پھر سے گھٹن کا احساس
یہ بتا جان اسدؔ پھر سے میں تنہا ہو جاؤں

حل مسئلہ ہوا ہے دلِ بیقرار کا
کیا لطف ہے اے یار ترے انتظار کا

آنے کا کہہ کے آج بھی آیا نہیں سنو تو
اچھا مذاق اڑایا مرے اعتبار کا

مسکان ہے لبوں پہ مگر تیری چشمِ ناز
افسانہ پڑھ رہی ہے دلِ بیقرار کا

خاموش تو بھی رہ نہ سکا بزمِ یار میں
تو نے بھی ذکر کر ہی دیا حسنِ یار کا

ہجر و وصال کرب و اذیت و بے بسی
میری نظر میں تو یہی مطلب ہے پیار کا

کس کو گلے لگاؤں کسے ہمسفر کہوں
کوئی مجھے ملا ہی نہیں اعتبار کا

ہر ایک سے نہ کہیئے اسدؔ اپنے دل کی بات
ادنیٰ سا مشورہ ہے یہی خاکسار کا

کل آنکھ میں سجائے ہوئے خواب دور تک
بھٹکا کے لے گیا دلِ بیتاب دور تک

احساسِ تشنگی لئے رندانِ بزم کو
کرتا ہوا گیا ہے وہ سیراب دور تک

کیف و سرور لذتِ احساسِ فکر و فن
سب کچھ بہا کے لے گیا سیلاب دور تک

تعبیر کی تلاش میں خوابوں کا یہ ہجوم
مجھ کو یقیں ہے جائے گا احباب دور تک

جانِ اسدؔ تمہیں تو پتا ہوگا کس لیے
مشہور قصرِ نو کے ہیں محراب دور تک

جس کی آنکھوں میں تیرا خواب نہیں
زندگی اس کی کامیاب نہیں

تو کسی اور کی محبت ہے
میری نظروں کا انتخاب نہیں

کیوں تجھے ہر گھڑی وہ تکتا ہے
اس کی نیت اگر خراب نہیں

میں نے مانا کہ میں بھی جگنو ہوں
ہاں مگر تو بھی آفتاب نہیں

کون سا کام اچھا کرتے ہو
تم پہ نازل ہو کیوں عذاب نہیں

اے اسدؔ عشق نے ہمیشہ مجھے
فیل لکھا ہے کامیاب نہیں

ایسے بنتے ہیں وہ انجان خدا خیر کرے
جیسے تھی ہی نہیں پہچان خدا خیر کرے

اہل ایماں کو بھی نفرت بھرے فتوے دے کر
تم نے پہنچا دیا شمشان خدا خیر کرے

جھوٹ پر جھوٹ کہے جاتے ہیں کہنے والے
تھام کر ہاتھ میں قرآن خدا خیر کرے

مجھ پہ ہنستے ہیں مرے تن کو برہنہ کر کے
مغربی فیشنی طوفان خدا خیر کرے

وہ جو آئے تھے میرے رزق میں برکت لے کر
گھر سے جاتے ہیں وہ مہمان خدا خیر کرے

میں آج عرضِ حال سے بچ کر نکل گیا
یاروں کے ہر سوال سے بچ کر نکل گیا

خوش بختیوں کی اوڑھ کے چادر یہ میرا دل
نفرت کے ہر گلال سے بچ کر نکل گیا

وہ چاہتا تھا دے کے مجھے زر خرید لے
لیکن میں اس کے مال سے بچ کر نکل گیا

کس طرح میں بتاؤں تمہیں کہ میں کس طرح
اپنے ہی انتقال سے بچ کر نکل گیا

ممکن نہیں تھا پھر بھی اسدؔ میں کسی طرح
خوش فہمیوں کے جال سے بچ کر نکل گیا

ہم سے کیوں ناراض پیہم آپ ہیں
کیا وجہ ہے کے یوں برہم آپ ہیں

آپ ہی ہو زیستِ گلشن کی بہار
پھول 'خوشبوٗ رنگ شبنم آپ ہیں

حسن گلشن کا نہ کر یاں تذکرہ
کیا کسی سے حسن میں کم آپ ہیں

مل گئے آکر جہاں حسن وحیا
نورِ وحدت کا وہ سنگم آپ ہیں

دیکھ کر ہم کو گرفتارِ بلا
دل یہ کہتا ہے کہ پرغم آپ ہیں

زخم کھاکر مسکراتا ہے اسدؔ
اس کے زخمِ دل کا مرہم آپ ہیں

چھوڑ کر بام و دَر نہیں آتا
لے کے نورِ نظر نہیں آتا

دشت کو کرنا تھا مجھے گلزار
ورنہ میں بھی ادھر نہیں آتا

جان کا خوف مجھ کو ہوتا تو
لے کے مقتل میں سر نہیں آتا

کون ہوں میں اے عقل کے اندھو!
کیا تمہیں یہ نظر نہیں آتا

جھوٹ غیبت فریب مکّاری
مجھکو یہ سب ہنر نہیں آتا

صاف گو ہوں اسدؔ مِرے لب پر
ہاں اگر اور مگر نہیں آتا

محبت سے سجے دیوار و در کی بات کرتے ہیں
سفر میں بھی مسافر اپنے گھر کی بات کرتے ہیں

وہ جس کا سایہ تیری روح کی گہرائیوں تک ہے
محبت نام کے ہم اس شجر کی بات کرتے ہیں

سنا ہے عارضِ تاباں تمہارا دیکھنے والے
اب اٹھتے بیٹھتے شمس و قمر کی بات کرتے ہیں

ارے وہ اپنی انگلی بھی کٹا دیں تو غنیمت ہے
وطن کے نام پر جو لوگ سر کی بات کرتے ہیں

اسدؔ میں دور رہتا ہوں ہمیشہ ایسے لوگوں سے
اِدھر آ کر جو کانوں میں اُدھر کی بات کرتے ہیں

وہ کیسے کرتے ہیں ردّ و بدل سمجھتے ہیں
خدا کا شکر ہے رنگِ غزل سمجھتے ہیں

میں جو بھی مشورہ دیتا ہوں اپنے یاروں کو
مصیبتوں کا وہ اس کو ہی حل سمجھتے ہیں

نہ جانے کیوں مری خودداریوں کو کچھ احباب
کسی جلی ہوئی رسّی کا بَل سمجھتے ہیں

وہ اتنی دیر سے سمجھا رہے ہیں کیا سب کو
اے دوست تجھ کو ہو فرصت تو چل سمجھتے ہیں

تمہارے قرب کی لذّت اٹھانے والے لوگ
اسدؔ کی طرح ہی صدیوں کو پَل سمجھتے ہیں

اپنی آنکھوں سے کوئی چیز کہاں دیکھتے ہیں
ہم تو آنکھوں سے تری سارا جہاں دیکھتے ہیں

بات جھوٹی ہے کہ سچّی یہ کہاں دیکھتے ہیں
اب تو منصف بھی فقط زورِ بیاں دیکھتے ہیں

خوف سے کانپنے لگتے ہیں جُنوں کے ہمدرد
دشت میں گونجتی جس وقت اذاں دیکھتے ہیں

وہ جو مشہور تھے پتھّر کے کلیجے والے
ان کی آنکھوں سے بھی ہم اشک رواں دیکھتے ہیں

شانِ محبوب میں گستاخیاں کرنے والی
کیسے رہتی ہے سلامت وہ زباں دیکھتے ہیں

پیش کرتا ہے جہاں ان کو محبت کے گلاب
جسکا سر آپ اسدؔ نوکِ سناں دیکھتے ہیں

صحرائے محبت کو گلزار کریں گے ہم
ہاں جان سے بھی بڑھ کر تمہیں پیار کریں گے ہم

ہم لوگ زمانے سے کچھ بھی نہ چھپائیں گے
ہر بات کو اب اپنی اخبار کریں گے ہم

خوابوں میں کبھی ہم نے سوچا نہ تھا اس طرح
چاہت میں تری خود کو بیمار کریں گے ہم

حالات نے گر ہم کو تھوڑی سی اجازت دی
سوئے ہوئے ارماں کو بیدار کریں گے ہم

اے جانِ اسدؔ ہم کو گر حق نہ ملا اپنا
پھر پھول سے لہجے کو تلوار کریں گے ہم

یقین مانو تمہارا ملنا کسی بھی نعمت سے کم نہیں ہے
میری نگاہوں میں تم سے بڑھ کر کوئی بھی اہلِ کرم نہیں ہے

تمہاری یادوں کی روشنائی سے لکھ رہا ہوں کتاب دل پر
یہ سچ ہے اس وقت پاس میرے کوئی بھی کاغذ قلم نہیں ہے

جو بات سچ ہے وہی کہیں گے زمانے تجھ سے نہیں ڈریں گے
ہماری باتیں ہیں سیدھی سادی ہمارے لہجے میں خم نہیں ہے

یہ بات جھوٹی ہے جانِ جاناں خدارا میرا یقین کر لو
تمہارے سَر کی قسم ہے مجھ کو کہ میں نے توڑی قسم نہیں ہے

جفا سے اب اپنی باز آؤ تم اس طرح سے نہ دل دکھاؤ
ستم گرو تم نے جو اسدؔ پر کیا ہے کم وہ ستم نہیں ہے

تیری عنایتوں کی زبانی زمین پر
بکھری پڑی ہے کتنی کہانی زمین پر

جگنو کی خواہشات کی تکمیل کے لیے
خوشبو بکھیرے رات کی رانی زمین پر

اے آسمان دل میں چھپا کر تری طلب
ہم نے گزار دی ہے جوانی زمین پر

اے لوگو اس نے مفت میں ہم کو عطا کیے
ٹھنڈی ہوائیں دانہ و پانی زمین پر

اُس کی کرم نوازی کی تائید میں اسدؔ
موجود ہے ہزار و نشانی زمین پر

جہاں کے سارے حسین چہرے مری نظر کے حصار میں ہیں
گلوں سے بھی دلنشین چہرے مری نظر کے حصار میں ہیں

وہ جن کی خوش بختیوں پہ دنیا کے لوگ کرنے لگے ہیں عش عش
ہاں ایسے روشن جبین چہرے مری نظر کے حصار میں ہیں

وہ جن کی پاکیزگی کی قسمیں اٹھا رہے ہیں جہان والے
وہ سارے گوشہ نشین چہرے مری نظر کے حصار میں ہیں

وہ جن کے دیدار کی مہک سے مہک رہی ہے ہزاروں آنکھیں
وہ عنبریں عنبرین چہرے مری نظر کے حصار میں ہیں

تری طرح وہ جو اک نظر میں مری نظر میں سما گئے تھے
خصوصیت سے وہ تین چہرے مری نظر کے حصار میں ہیں

وہ جن کی آنکھوں میں خار بن کر مری محبت کھٹک رہی ہے
اسدؔ کچھ ایسے کمین چہرے مری نظر کے حصار میں ہیں

جو خواہشِ دل تھی وہی کر جاتے تو اچھا
ناموسِ محبت پہ ہی مر جاتے تو اچھا

سینے میں یہ دَھک دَھک کی صدا رُکنے سے پہلے
ہم زیست کی گاڑی سے اُتر جاتے تو اچھا

ناسور کی صورت میں نظر آنے سے پہلے
کچھ زخم تری یاد کے بھر جاتے تو اچھا

حالات کشیدہ ہیں مِرے شہر کے لوگوں
تم لوگ سرِشام ہی گھر جاتے تو اچھا

اک اور غزل آج بھی ہو جاتی مکمل
کچھ شعر اسدؔ اور اُتر جاتے تو اچھا

سچ ہے یہ حسب حال رکھتیں ہیں
کچھ تجوری میں مال رکھتیں ہیں

جب بھی چاہیں پہنچ سکیں تجھ تک
ایسے رستے نکال رکھتیں ہیں

عشق کی رہ گزر میں اے لوگو
ہر قدم پہ وبال رکھتیں ہیں

ہونے والا ہے فیصلہ ٹھہرو
ہم نے سکے اچھال رکھتیں ہیں

جسکا کوئی جواب ہی نہ ملا
اس نے ایسے سوال رکھتیں ہیں

وہ بھی مشہور ہیں فقیری میں
جن کی گدڑی میں لعل رکھتیں ہیں

تم کہاں باکمال تھے پہلے
ہم نے تم میں کمال رکھیں ہیں

شکر کر اُس کا سامنے تیرے
جس نے لقمے حلال رکھیں ہیں

اے اسدؔ آپ کی طرح ہم بھی
رنج و غم دل میں پال رکھیں ہیں

اسدؔ

موجود مرے دل کا کھنڈر اپنی جگہ ہے
میں اپنی جگہ حسنِ نظر اپنی جگہ ہے

جب تلک کتراؤ گے تم پیار کے اظہار سے
تب تلک ٹکرائیں گی آہیں در و دیوار سے

دل چُرانا تھا جسے وہ دل چرا کر لے گیا
فائدہ کچھ بھی نہیں اب حجت و تکرار سے

آج بھی چلمن میں چھپ کر اے مرے رشکِ قمر
کھیلتی ہیں تیری نظریں میرے دل کے تار سے

اس طرح گھٹ گھٹ کے مرنے سے تو بہتر ہے جناب
سر مرا تن سے جدا کر دے کوئی تلوار سے

دیکھنے آنا تماشہ تم بھی میری موت کا
میں تمہیں آواز دونگا مرتے مرتے دار سے

عشق کی شمع جلاؤ اپنے دل کے طاق میں
یہ گزارش ہے مری ہر صاحبِ کردار سے

مدتوں کہ بعد سوئی ہے تمنّائیں مری
مت جگاؤ تم اسے پازیب کی جھنکار سے

کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے اسکی نظروں سے اسدؔ
پیار کرتا ہے مگر وہ پھر بھی پردہ دار سے

اسدؔ

یہی خیال میرے دِل کو شاد رکھتا ہے
کوئی تو ہے جو دعاؤں میں یاد رکھتا ہے

اسدؔ

یہ کیسا جُرم کیسی سرکشی ہے
مخالف میں مِرے دُنیا کھڑی ہے

میں رنگ رسیا بھیگا مرا انگ انگ ہے
پچکاری نظر میں محبت کا رنگ ہے

برسا رہا ہے مجھ پہ دعاؤں کے پھول جو
مجھکو یقین ہے کہ وہ کوئی ملنگ ہے

بھگی چڑیا والی تجھے کیا ہوا بتا؟
کیوں پھول کی جگہ ترے ہاتھوں میں سنگ ہے

ہولی کے دن وہ کھائیں گے سونے کی تھال میں
دل کی رِکابیوں میں لگا جن کی زنگ ہے

بیڑا لگا کہ لونگ الائچی کا دیتے وقت
کہہ دینا میرا یار بڑا ہی دبنگ ہے

جانِ اسدؔ ہے تنہا چمیلی کی سیج پر
مدت سے ان کے بیچ چھڑی سرد جنگ ہے

آغاز ہم نے دیکھا تھا انجام کیا ہوا
کیا ظالموں کے حق میں ہی سب فیصلہ ہوا

خاموش کر گئی اسے بادل کی گھن گرج
وہ شخص جو کہانی میں تھا بولتا ہوا

کچھ کھیل زندگی نے نرالے دکھائے ہیں
قسمت میں جو نہیں تھا ہمارے لکھا ہوا

یہ زلفِ یار خوشبو ہے یا کہ کوئی پَون
دیوانگی میں بیٹھا ہوں یہ سوچتا ہوا

پروانے جان دیتے ہیں کیسے خوشی خوشی
تم سے بھی اے اسدؔ کوئی وعدہ وفا ہوا

سچ بولو جب تم ہنستے ہو
اتنے اچھے کیوں لگتے ہو

بھیج کے اپنی یاد کی ناگن
شام و سحر مجھ کو ڈستے ہو

آنکھوں میں تصویر تمہاری
تم ہی اس دل میں بستے ہو

سارے لوگ یہی کہتے ہیں
تم میرے ہی سنگ جچتے ہو

یک طرفہ ہے میری محبت
یا تم بھی مجھ پہ مرتے ہو

کچھ تو بولو حُسن کی ملکہ
اپنے اسدؔ سے کیوں ڈرتے ہو

سنو میں یہ نہیں کہتا میں اچھا ہو نہیں سکتا
مری جاں تم مسیحا ہو تو پھر کیا ہو نہیں سکتا

ہمارے سوچ لینے سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
رواں اب قطرے قطرے میں تو دریا ہو نہیں سکتا

سجا رہتا ہو جس کے گرد تیری یاد کا میلہ
جہاں میں ایک پل کو بھی وہ تنہا ہو نہیں سکتا

تری تشنہ لبی کے صدقے اب روزِ قیامت تک
کوئی بھوکا تو ہو سکتا ہے پیاسا ہو نہیں سکتا

ہمارا تجربہ یہ کہہ رہا ہے اے اسدؔ صاحب
کبھی بھی کوئی سوچا کام پورا ہو نہیں سکتا

اشک سے آنکھ تو دل درد سے آباد کیا
میں نے اس طرح تجھے ہجر کی شب یاد کیا

نوچ کر پَر مرے صیاد نے ارشاد کیا
جا تجھے کشمکشِ دہر سے آزاد کیا

تجھ کو سُولی پہ چڑھا دیں گے یہ دنیا والے
گر ستم تو نے نیا روز یوں ایجاد کیا

اس نے ہنس ہنس کے بھُلا یا ہے مری یادوں کو
میں نے رو رو کے جسے شام و سحر یاد کیا

ہچکیوں کا یہ تسلسل جو رُکے تو پوچھوں
اتنی شدت سے اسد کس نے تجھے یاد کیا

حیرت سے تک رہے ہیں یہ شمس و قمر مجھے
لگ جائے پھر نہ آج کسی کی نظر مجھے

خوشبو طراز اِنہیں یہ بتاؤ مَیں کون ہوں
پہچانتے نہیں ہیں یہ دیوار و در مجھے

پھر آج اس کی یاد نے یلغار کر دیا
ہونا پڑے گا آج بھی سینہ سپر مجھے

کس نے جھنجھوڑ ڈالا ہے میرے ضمیر کو
کس نے جگا دیا ہے یہ وقتِ سحر مجھے

میں کیا کرونگا لے کے یہ آسائشِ جہاں
رہنا ہے اس جہاں میں بہت مختصر مجھے

شدّت سے غم کی مر ہی نہ جائے کہیں اسدؔ
تڑپا نہ اپنے ہجر میں تو اس قدر مجھے

وہ ملے بھی نہیں اور خفا ہو گئے
یعنی ملنے سے پہلے جُدا ہو گئے

برسوں پہلے تراشہ تھا ہم نے جنہیں
آج دیکھو وہ پتھر خدا ہو گئے

اُس نگاہِ کرم کا اثر تو نہیں
ہم خدا کی قسم کیا سے کیا ہو گئے

تیر دل پر نظر سے چلائے بہت
یہ الگ بات ہے سب خطا ہو گئے

اِک نظر دیکھ کر ان کی قاتل ادا
اہلِ ایماں اسدؔ سب فدا ہو گئے

نظریں خریدلوں کہ نظارہ خریدلوں
بتلاؤ کیا میں تم سے تمہارا خریدلوں

کچھ بھی بچا کہ رکھوں نہ غیروں کے واسطے
سب کچھ میں آج تم سے تمہارا خریدلوں

نقد و ادھار جیسے بھی ہو دل کا حکم ہے
تُم سے مَیں تُم کو سارا کے سارا خریدلوں

چمکا رہا ہے جو مرے بختِ سیاہ کو
کوشش یہی ہے کہ میں وہ تارہ خریدلوں

ہر گام پہ جو کام مجھے آسکے اسدؔ
میں چاہتا ہوں میں وہ سہارا خریدلوں

خوابوں کی ابھی میرے تعبیر ادھوری ہے
تصویر بناتا ہوں تصویر ادھوری ہے

جو چیز مکمل تھی وہ ہم نے تمہیں دے دی
اب پاس ہمارے کچھ تحریر ادھوری ہے

آ ساتھ مرے رہ لے ان خستہ مکانوں میں
محلوں کی ترے جب تک تعمیر ادھوری ہے

آجاؤ کہ محفل میں کہتے ہیں تمہارے بن
تنویر تو ہے لیکن تنویر ادھوری ہے

جو بات تھی دل میں وہ لکھی تو گئی لیکن
لگتا ہے مگر اب بھی تحریر ادھوری ہے

خاموش اسدؔ ہو جا آتی ہے صدا اب تک
لگتا ہے موذن کی تکبیر ادھوری ہے

بجلیوں کا کرم ہوا کہ نہیں
پھر کوئی آشیاں جلا کے نہیں

جا رہا تھا جو اپنی دُھن میں مگن
میری آواز پہ رُکا کہ نہیں

اُسکے آنے سے آج محفل میں
شورِ محشر سا اک بپا کہ نہیں

صحنِ گلشن میں آج کانٹوں سے
دیکھو دامن کوئی بچا کہ نہیں

آؤ دیکھیں دیے جلا کر ہم
پھر سے چلتی ہے یہ ہوا کہ نہیں

کہہ رہی ہے یہ منتظر آنکھیں
کوئی جلوہ نما ہوا کہ نہیں

سامنے رہ کہ بھی نگاہوں کے
سب کی نظروں سے ہے چھپا کہ نہیں

ساری دنیا تو مل گئی لیکن
کوئی مجھ سا تمہیں ملا کہ نہیں

کیا کہو گے اگر کوئی پوچھے
کچھ وفا کا صلہ ملا کہ نہیں

اے اسدؔ صرف اک اشارے پر
ٹکڑے ٹکڑے قمر ہوا کہ نہیں

حُسنِ زیبا پر کسی کے ساری دولت وار دی
پھر محبت کے جوئے میں زیست اپنی ہار دی
پی کے آدھی رات کو لوٹا جب اپنے گھر کو مَیں
آئینے میں دیکھتے ہی خود کو گولی مار دی

کس قدر مشہور اپنی یہ کہانی ہو گئی
اس لیے تو لوگ کہتے ہیں پُرانی ہو گئی

حیرتوں کے کوہ ٹوٹے مجھ پہ ہاں! تیری قسم
اک کنیز بے محل جس وقت رانی ہو گئی

بے خبر ہوں کیسے گزرے دن مگر یہ یاد ہے
ظلمتِ شب تیرے آنے سے سہانی ہو گئی

تم کو بھی اس وقت آیا ہے عبادت کا خیال
دور تم سے جب تمہاری یہ جوانی ہو گئی

خوابِ غفلت سے ہوئے بیدار بھی اس وقت ہم
ہم پہ نازل جب بلائیں آسمانی ہو گئی

دور سارے غم ہوئے خوشیوں نے بھی چوما قدم
اے اسدؔ جب ان کی ہم پر مہربانی ہو گئی

جب رنگ برنگے پھول وفا کے دل کی زمیں پہ کھلتے ہیں
تب شام ڈھلے دو دیوانے دریا کے کنارے ملتے ہیں

پھر زیست کی کشتی کو اپنی وہ پار لگانے کی خاطر
طوفان و حوادث سے یاروں وہ آنکھ ملا کر ملتے ہیں

انکے اندر کا سناٹا ڈستا ہے جب رہ رہ کر
تب بچوں کی صورت آنگن میں پھول کنول کے کھلتے ہیں

خود ہی الف لیلی کی کہانی وہ ہیں سناتے بچوں کو
پھر خواب میں اڑ کر یہ بچے پریوں سے جا کر ملتے ہیں

وہ محلوں سے میں کٹیا سے اک ساتھ دھنک کو تکتے ہیں
اس رات کو پھر ہم لوگ اسد دریا کے کنارے ملتے ہیں

اب تو اے دل تو چھوڑ یہ بیکار کی کوشش
اک اجنبی سے الفت و اقرار کی کوشش

پھر وہ سمجھ سکے نہ اشاروں کی یہ زباں
پھر رائیگاں گئی دل ہشیار کی کوشش

اس نے بھی دیکھنے پہ فقط اکتفا کیا
ہم نے بھی کی نہیں کبھی گفتار کی کوشش

وہ خود بھی سامنے کبھی آیا نہیں مرے
اور میں نے بھی نہ کی کبھی دیدار کی کوشش

تنہا وہ تجھکو چھوڑ کے چل دیں گے اے اسدؔ
جس دن بھی رنگ لائے گی اغیار کی کوشش

بہت بولا گیا ہے روشنی پر
کرو اب تبصرہ کچھ تیرگی پر

فرشتوں سی صفت تم میں اگر ہے
لگاؤ تہمتیں ہر آدمی پر

مرا دل چپکے چپکے رو رہا ہے
دکھاوا ہے نہ جاؤ تم ہنسی پر

بہت کم بخت ہے میری نظر میں
جلے جو شخص غیروں کی خوشی پر

نہ نکلو گھر سے تم یوں بن سنور کر
فدا ہیں ہم تمہاری سادگی پر

تمہاری ہر ادا سے ہے یہ ظاہر
کمر بستہ ہو تم بھی دشمنی پر

یقیناً روئیں گے اک دن اسدؔ وہ
جو ہنستے ہیں ہماری بے بسی پر

سنہری صبح کی رنگت سیاہ ہے رات کا رنگ
بدلتا رہتا ہے ہر وقت کائنات کا رنگ

صمیمِ قلب سے مانگی ہے یہ دعا میں نے
تمام عمر نہ چھوٹے تمہارے ہاتھ کا رنگ

جدا ہیں دونوں کے اوصاف جانتا ہوں میں
نہ مل سکے گا کبھی موت سے حیات کا رنگ

فقط بشر ہی نہیں دو جہاں میں سب کے لیے
اے لوگوں باعثِ رحمت ہے اس کی ذات کا رنگ

اسدؔ سنبھل کے کیا کر تو گفتگو ورنہ
بدل بھی سکتا ہے لہجے سے تیری بات کا رنگ

دونوں میں کوئی ایک ہے اے خوبرو غلط
میں ہوں اگر صحیح تو یقیناً ہے تو غلط

میں بدگماں ہوں ان سے ذرا سچ بتایئے
کس نے اڑائی ہے یہ خبر کو بکو غلط

مجھ کو یہ خوف ہیکہ زمانے کے نام سے
دل میں نہ جاگ جائے کوئی آرزو غلط

ساقی سے مت الجھ کسی زاہد سے پوچھ لے
کیوں آپ کی نظر میں ہے جام و سبو غلط

ان سے کوئی امید بھی رکھنا فضول ہے
میرے خلاف باتیں کریں گے عدو غلط

ہنستے ہیں فن پہ آپ کے دامن کے تار تار
جب سے کیا ہے آپ نے داماں رفو غلط

ہم ڈھونڈتے ہی رہتے وہ ملتے نہ عمر بھر
ہوتی اسد ہماری اگر جستجو غلط

ہوش میں آگیا زمانۂ دل
جب پڑا دل پہ تازیانۂ دل

کیسے نظروں کے تیر کو روکوں
جب لگائے کوئی نشانۂ دل

بول صندوق جسم سے تو نے
کیوں چرایا مرا خزانۂ دل

وہ حقیقت اسے سمجھتے ہیں
میں سناتا ہوں جب فسانۂ دل

تیرے جانے کے بعد یادوں نے
رکھا آباد میرا خانۂ دل

ان کی یادیں اسدؔ زیارت کو
روز آتی ہیں آستانۂ دل

اشک کب تک بہاؤ گے تم
بات کیا ہے بتاؤ گے تم

کیا مجھے بھی ہنساؤ گے تم
یا مسلسل رُلاؤ گے تم

آج چپکے سے اس نے کہا
مجھ سے ملنے کب آؤ گے تم

جاتے جاتے وہ یہ کہہ گیا
روٹھ جاؤں مناؤ گے تم

حال دل اپنا کہہ تو دیا
اب اسد کچھ سناؤ گے تم

نظروں سے میری آج نہ نظریں چراؤ تم
کچھ حال دل سنو مرا اور کچھ سناؤ تم

ایسا نہ ہو کہ جان سے جاؤں میں جانِ جاں
یوں دیکھ دیکھ کر نہ مجھے مسکراؤ تم

اترے نہ عمر بھر کبھی چاہت کا یہ نشہ
نظروں سے مجھ کو اے صنم اتنی پلاؤ تم

یہ باتیں بعد کی ہے چلو پہلے یوں کرو
یہ فاصلے مٹا کے میرے پاس آؤ تم

گر ہو سکے تو دیکھو اسدؔ تم مری طرح
ماضی کے واقعات کو اب بھول جاؤ تم

دسترس میں مری کہاں ہو تم
میں زمیں اور آسماں ہو تم

تنکا تنکا جہاں سجا ہوں میں
وہ نشیمن وہ آشیاں ہو تم

میں مسافر ہوں تپتے صحرا کا
میری نظروں میں سائباں ہو تم

بات کیا ہے تم ہی بتا دو نا
مجھ پہ کیوں اتنے مہرباں ہو تم

یوں ہی خاموش تم رہو گے اگر
لوگ سمجھیں گے بے زباں ہو تم

دل میں رہزن کا خوف کیوں آئے
آج بھی میرِ کارواں ہو تم

جب کبھی گزریں گے یارو خواب کی وادی سے ہم
تم کو ملوائیں گے اک نازک سی شہزادی سے ہم

روگ جب سے لگ گیا ہے دل کو ناصح عشق کا
دور مجنوں کی طرح رہتے ہیں آبادی سے ہم

دوسروں کو لوٹنے میں سب کو آتا ہے مزہ
ہاں مگر ڈرتے ہیں خود اپنی ہی بربادی سے ہم

وقت نے ہم کو بنایا زلفِ جاناں کا اسیر
ورنہ پہلے گھومتے تھے یاروں آزادی سے ہم

یوں تو آزادی میسر آ گئی ہے اے اسدؔ
سب کی نظروں میں مگر لگتے ہیں فریادی سے ہم

زخم پیہم بڑھائے جاتے ہیں
تیر دل پر چلائے جاتے ہیں

صرف ان کی نہیں پہنچ اس تک
ہم بھی اکثر بلائے جاتے ہیں

کوئی انکار کی نہیں صورت
جب کہ وہ خود پلائے جاتے ہیں

ہو نہ ظاہر کسی پہ حالِ دل
اس لئے مسکرائے جاتے ہیں

اب بھروسہ کرے اسد کس پر
وہ بھی دامن بچائے جاتے ہیں

بہت مشکل سفر ہے پر اسے آسان کر لیں گے
ہنر سے اپنے قابو ہم ہر اک طوفان کر لیں گے

بڑی مدت سے خالی ہے مکانِ دل ہمارا بھی
کوئی تم سا ملے تو ہم اُسے مہمان کر لیں گے

تمہارے فائدے کے واسطے بزمِ محبت میں
جہاں تک ہو سکے گا خود کا ہم نقصان کر لیں گے

میری خوش بختیاں جس دن بھی چاہے گی مسرت سے
کتابِ زندگی کا ہم تمہیں عنوان کر لیں گے

اسد گر راس نہ آیا ہمیں شہرِ محبت تو
پسند اپنے لیے ہم لوگ قبرستان کر لیں گے

بخت میرا جگا گیا کوئی
مجھ کو مجھ سے ملا گیا کوئی

رخ سے پردہ ہٹا کے چپکے سے
ہوش میرے اڑا گیا کوئی

اجنبیت مٹا کہ پل بھر میں
مجھ کو اپنا بنا گیا کوئی

اپنے ناز و ادا سے اے لوگوں
دل کو میرے لبھا گیا کوئی

ہاتھ پر نام لکھ کے مہندی سے
مجھ کو رنگیں بنا گیا کوئی

اس طرح کیوں اداس بیٹھے ہو
کیا تمہیں یاد آ گیا کوئی

کہہ کے اشعار بزم یاراں میں
حال دل کا سنا گیا کوئی

چند لمحے میں بادلوں کی طرح
اے اسدؔ مجھ پہ چھا گیا کوئی

سب کے سب کہنے لگے ہیں یہ میری تائید میں
عید کی خوشیاں ہیں پوشیدہ تمہاری دید میں

مجھ سے اس طرح تعلق رکھنا اے یارانِ من
جس طرح سے ہے تعلق چاندرات اور عید میں

وقت کم ہے جلدی جلدی کیجے مطلب کی بات
وقت مت برباد کیجے آپ بھی تمہید میں

جس طرح سے وصل میں ملتے ہیں محبوب و محب
اسطرح سے حرف ملتے ہیں میاں تشدید میں

کیسے کی جاتی ہے اصلاح یہ نہیں معلوم انہیں
عمر جن کی کٹ گئی ہے اے اسد تنقید میں

پھر آج رات میں ان سے ہے گفتگو ممکن
یہ بات شہر میں گونجے گی چار سو ممکن

جو دل کے آئینہ خانے میں قید ہے اب تک
لبوں پہ آئے گی اک دن وہ آرزو ممکن

رہیں گے فاصلے حائل یوں درمیاں کب تک
ملیں گے مجھ سے کسی دن وہ روبرو ممکن

تمہارا نام مِرے لب پہ جس گھڑی آئے
یہ کوششیں ہیں رہوں تب میں باوضو ممکن

دل و نگاہ کبھی اک جھلک میں کہہ اٹھے
نہیں ہے تم سا جہاں بھر میں خوبرو ممکن

صدا دل کو جلاتی ہے کبھی اچھی نہیں لگتی
نجانے کیوں تمہیں میری ہنسی اچھی نہیں لگتی

ہمیشہ سب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں
کسی بھی آنکھ میں مجھ کو نمی اچھی نہیں لگتی

ارے تم موت کی باتیں کیا کرتے ہو کیوں ہر دم
بتاؤ کیوں تمہیں یہ زندگی اچھی نہیں لگتی

تمہارے واسطے خود کو سجایا ہے سنوارا ہے
مگر یہ مت سمجھنا سادگی اچھی نہیں لگتی

تمہارے حسن کا گر تذکرہ ہوتا نہیں اس میں
زمانے کو کبھی بھی شاعری اچھی نہیں لگتی

جو اپنے عشق کا اظہار کرنے سے بھی ڈرتے ہیں
مجھے ان عاشقوں کی عاشقی اچھی نہیں لگتی

پسند ہے وصل کی رنگین شامیں اے اسدؔ ہم کو
ہمیں بھی ہجر کی تیرہ شبی اچھی نہیں لگتی

اسطرح محبت سے سوچ کیا ملا ہوتا
اسکو مجھ سے اے ناصح گر کوئی گلہ ہوتا

چھینتے نہ ہم ان سے اتنی بے مروت سے
مانگنے سے حق اپنا ہم کو گر ملا ہوتا

ہم اسے سمجھ لیتے تم بھی شب کو آؤ گے
راہ میں چراغوں کا کوئی سلسلہ ہوتا

گر لہو پلاتے نہ اس زمیں کو ہم اپنا
سرخ گل نہ گلشن میں آپ کے کھلا ہوتا

ہوتا کوئی منصف بھی گر یہاں پہ قاتل تو
اے اسد ترے حق میں کیسے فیصلہ ہوتا

میں تم کو چھوڑ کے تنہا تلاش کرنے چلا
سکون و امن کا گوشہ تلاش کرنے چلا

یہ معجزہ ہوئے صدیاں گزر گئی زاہد
تو اب کہاں ید بیضا تلاش کرنے چلا

یہ تو نے سچ ہی سنا ہے کہ دل کے کہنے پر
''میں اپنی ذات میں صہبا تلاش کرنے چلا''

تو جانتا ہے کہ فانی ہے یہ جہاں پھر بھی
بھلا کے موت کو دنیا تلاش کرنے چلا

میں کس سے پوچھوں سبھی اجنبی ہیں میرے لیے
تو ہی بتا نا اسد کیا تلاش کرنے چلا

صد شکر یہ جو آپ نے ایسا نہیں کیا
غیروں کے سامنے مجھے رسوا نہیں کیا

میں کیا بتاؤں تم کو کہ سب جانتے ہو تم
میں نے تمہارے کہنے پہ کیا کیا نہیں کیا

کیسے کروں نہ غیر کی باتوں پہ میں یقیں
تم نے تو میرے ساتھ بھی اچھا نہیں کیا

غیروں نے بھی کیا ہے ستم سچ ہے یہ مگر
مجھ پر ستم کسی نے بھی تم سا نہیں کیا

آخر اسدؔ نے خود ہی تسلی یہ دل کو دی
اظہارِ عشق اچھا ہے اپنا نہیں کیا

جاتے جاتے تو مجھے آج ہنسا کر جانا
کیا ضروری ہے ترا روز رُلا کر جانا

میرا افسانۂ غم شوق سے سننے والے
حال دل اپنا بھی کچھ مجھکو سنا کر جانا

حسرتِ دید لیے میں ہوں کھڑا راہوں میں
اپنے چہرے سے بھی آنچل کو ہٹا کر جانا

اب جو آیا ہے میرے پاس تو کچھ روز ٹھہر
مجھ کو اچھا نہیں لگتا تیرا آ کر جانا

راکھ ہو جائے محبت کا حسیں تاج محل
آگ نفرت کی کوئی ایسی لگا کر جانا

پھر نہ آئے گا اسد کوئی تعاقب میں ترے
اپنے ہر نقش کفِ پا کو مٹا کر جانا

گر یہ کاغذ قلم نہیں ہوتا
حال دل کا رقم نہیں ہوتا

ہم کہاں تجھ کو ڈھونڈتے اے دل
گر یہ دیر و حرم نہیں ہوتا

ایک میں ہی نہیں ہوں رنجیدہ
کون ہے جس کو غم نہیں ہوتا

ٹوٹ کر ہم بکھر گئے ہوتے
گر تمہارا کرم نہیں ہوتا

اے اسدؔ ہے یہ تجربہ میرا
درد رونے سے کم نہیں ہوتا

سوچتا ہوں رنگ لائے گی میری فریاد کب
رنج و غم سے ہو گا آخر دل مرا آزاد کب

اے غمِ دل ہم جنھیں پل پل کیا کرتے ہیں یاد
دیکھتے ہیں ان کو آتی ہے ہماری یاد کب

ہاں تجھی سے پوچھتے ہیں اے غمِ دوراں بتا
ہم پہ نازل ہو گی کوئی پھر نئی افتاد کب

مجھ سے پوچھے ہے مکانِ دل کی یہ ویرانیاں
خانۂ دل کو کرے گا تو مرے آباد کب

بھیڑ میں تنہائیوں میں سوچتا ہے یہ اسدؔ
دید کب ہو گی تری اور دل یہ ہو گا شاد کب

اس کے چہرے پہ ہے نکھار بہت
آج موسم ہے خوشگوار بہت

ہنستے ہنستے ہی اس کی باتوں پر
میں بھی رویا تھا ایک بار بہت

اس نے بھی بے وفائی کی آخر
مجھ کو جس پہ تھا اعتبار بہت

اب میں خوشیاں اٹھا نہ پاؤنگا
میرے دل پہ ہے غم کا بار بہت

غم کی ہر دھوپ میں اسدؔ کے لیے
یاد اسکی ہے سایہ دار بہت

کل بھی یہ سوچتے ہوئے گزری ہے میری رات
شطرنج کے بساط کی طرح ہے کائنات
شہہ دے رہا ہے ایک سے اور دوسرے سے مات
اسکے ہی دونوں مہرے ہیں یہ موت اور حیات
طوفانِ غم میں بندہ ہے تیرا گھرا ہوا
اب تو خدارا ڈال دے تو نظرِ التفات
تم کس خوشی میں رقص کناں ہو جنابِ من
میری طرح تمہیں بھی ہوئی ہے یہاں پہ مات
پھر بادشاہ ہے آج غلاموں کے روپ میں
ہیں ساتھ میں وزیر بھی آئی سمجھ میں بات
اک تیر نیم کش نے وہ جادو کیا کہ بس
لگنے لگی ہے بوجھ مجھے ہی میری حیات
آئیں گے اے اسدؔ وہ لحد پر غریب کی
مجھکو یقیں ہے کہ وہ نہ ٹالیں گے میری بات

اپنوں کی وجہ سے نہ تو اغیار کے باعث
ٹھوکر تو لگی راہ میں رفتار کے باعث

زخمی بھی ہوئے ہاتھ کئی بار ہمارے
گلشن کی فضا میں بھی فقط خار کے باعث

کل تک میری خاموشیاں کھلتی تھی جنہیں وہ
ناراض ہیں مجھ سے مری گفتار کے باعث

جلتا ہے تجلّی سے کہیں طور کا دامن
کیا انگلیاں کٹ جائے گی دیدار کے باعث

بند توڑ کے پلکوں کے بھی آنکھوں سے ہمارے
نکلے ہیں اسدؔ اشک بھی آزار کے باعث

الفت میں تیری راہ صداقت کے باوجود
بدنام ہو گیا ہوں شرافت کے باوجود

لرزش ہو ہاتھ میں کہ بہے اشک آنکھ سے
پڑھنا پڑے گا خط کو طوالت کے باوجود

آخر کہ تو نے شیشۂ دل توڑ ہی دیا
اے پیکر جمال حفاظت کے باوجود

مجرم مجھے ہی کہتا ہے اب بھی مِرا ضمیر
افسوس ذہن و دل کی وکالت کے باوجود

مجھ کو ہی تک رہی ہے تمہاری نگاہِ ناز
جانِ اسد ہزار شکایت کے باوجود

یاد آتا ہے وہ بھولے ہوئے خوابوں کی طرح
کاش تعبیر بھی ہو جائے گلابوں کی طرح

تجھکو شاید نہ خبر ہو کے ترے چہرے پہ
حال دل پڑھ لیا میں نے بھی کتابوں کی طرح

میں نے اے دل یہی چاہا تھا کہ وقتِ رخصت
اشک حائل نہ ہو آنکھوں پہ نقابوں کی طرح

مدتیں ہو گئیں ہم نے بھی کتابِ دل میں
تیری تصویر کو رکھا ہے گلابوں کی طرح

زندگی جتنی بھی گزری ہے تری فرقت میں
ایسا لگتا ہے کہ گزری ہے عذابوں کی طرح

مجھ کو دیکھا جو سرِ راہ کہا چپکے سے
حال اپنا نہ بنا خانہ خرابوں کی طرح

اے اسدؔ مجھ سے تو ہشیار ہی رہنا ہر دم
جانے کب سر سے گزر جاؤں عذابوں کی طرح

مالکِ بحر و بر نوازش کر
دل کی پوری ہر ایک خواہش کر

گر بری ہو تو کہہ بری اس کو
بات اچھی ہو تو ستائش کر

شام ہوتے ہی ڈوب جائے گا
چڑھتے سورج کی مت پرستش کر

چھائے رہنے دے غم کے بادل کو
آج اشکوں کی تو نہ بارش کر

ہے یقیں وہ بھی مان جائے گا
تو ہماری اگر سفارش کر

جو کبھی بھی نہ ہو سکے پوری
اے اسدؔ تو نہ ایسی خواہش کر

میں تیرے ساتھ میں صبح نہیں کہ شام نہیں
وفا کے باب میں پھر بھی تو میرا نام نہیں

جو چاہے پی کے کرے رقص اس کو مستی میں
شرابِ عشق کسی طرح بھی حرام نہیں

یہ دنیا ایک سرائے ہے میں مسافر ہوں
ہمیشہ کرنا ہے مجھ کو یہاں قیام نہیں

یہ دنیا والے تمہیں بدتمیز بولیں گے
بڑوں کا گرچہ کیا تم نے احترام نہیں

یہ کہہ کے بزم سے اٹھ کر وہ چل دیے دیکھو
یہ شعر و شاعری بس کا ہمارے کام نہیں

وہ اب بھی مجھکو محبت سے دیکھتا ہے اسدؔ
یہ اور بات کے ہم میں دعا سلام نہیں

ڈھونڈتی ہے مدت سے اس کو چشم تر تنہا
تھا بلند نیزے پر جس کا نوری سر تنہا

کس طرح کٹے گا یہ زیست کا سفر تنہا
آ کے مجھ سے مل جاؤ آپ ہو اگر تنہا

جو بھی چاہیے تم کو سب ملے گا اس در سے
کیوں بھٹکتے پھرتے ہو تم اِدھر اُدھر تنہا

اہلِ حق کو ہے معلوم جا کے پوچھ سکتے ہو
کیوں جلایا لوگوں نے آج میرا گھر تنہا

آج دل کی باتوں کو شعر میں مَیں ڈھالونگا
ہے پتا کہ مجھ میں ہے فن کا یہ ہنر تنہا

آپ اپنے بارے میں سوچیے اسدؔ صاحب
ہم تو خیر کر لیں گے زندگی بسر تنہا

آنکھوں سے اپنے اشک بہایا نہ جائے گا
ہم سے تو غم کا بوجھ اٹھایا نہ جائے گا

اب اور لفظ ہم سے چبایا نہ جائے گا
اب حال دل غزل میں سنایا نہ جائے گا

انکی نگاہِ ناز سے اب تو پیے بغیر
انکی گلی سے مجھ سے تو جایا نہ جائے گا

اس وقت تک نہ آئیں گے ہم بزم میں تری
جب تک کہ نام لیکے بلایا نہ جائے گا

جتنا بھی ستانا ہے ستالے اسدؔ کو تو
سن کر کے داستان ستایا نہ جائے گا

مِری چاہت مری الفت کی کہانی سن لو
لب تو خاموش ہیں اشکوں کی زبانی سن لو
چھوڑ کر جانا ہے تم کو تو چلی جاؤ مگر
یاد آئے گا بہت دلبرو جانی سن لو
خواہشوں کے لیے بند کر کے در دل سوچا
عمر تھوڑی ہے یہ دنیا بھی ہے فانی سن لو
وقتِ رخصت یہ شب غم کے ستاروں نے کہا
اب نہ آئیگی کوئی صبح سہانی سن لو
دیکھ کر تم کو جو محسوس کیا ہے دل نے
آج وہ دھڑکنِ دل کی ہی زبانی سن لو
پھول سا چہرا سیاہ زلف غزالی آنکھیں
عشق کہتا ہے محبت کی زبانی سن لو
پھر کہیں اشک کی برسات ہوئی جان اسد
پھر کسی نے یہ کہا میری کہانی سن لو

حکم ان کا ہے میرے یار ذرا صبر کرو
دن گزر جانے دو دو چار ذرا صبر کرو

اس بَلا میں تو فقط تم ہی گرفتار نہیں
عشق میں میں بھی ہوں بیمار ذرا صبر کرو

دیکھنا تم پہ ہی آ کر یہ گرے گی اک دن
حسن کی یہ حسیں دیوار ذرا صبر کرو

تم کو آنا ہے تو آ جانا شبستاں میں مرے
اے مرے طالب دیدار ذرا صبر کرو

راز کی بات کو تم راز ہی رہنے دو اسدؔ
مت بناؤ اسے اخبار ذرا صبر کرو

موم کی سیڑھی سے سورج کا نظارہ کرتے
چاند کو چھت پہ بلانے کا اشارہ کرتے

میرا مولی تمہیں دیتا نہ اگر عقلِ سلیم
گتے بلّی کی طرح تم بھی گزارا کرتے

روبرو کہنے میں گر شرم تمہیں آتی ہو
تو موبائل پہ کبھی ذکر ہمارا کرتے

صرف پیسے ہی نہیں تیری خوشی کی خاطر
ہم اشاروں پہ ترے زیست بھی ہارا کرتے

ٹانگ کیوں کھینچ رہے ہو مری پاگل کی طرح
آپ کے ساتھ یہ ہوتا تو گوارہ کرتے؟

جاننا ہوتا اسدؔ کو جو مرے بارے میں
سرچ گوگل پہ مرا نام دوبارہ کرتے

نہ رہتا لطف نہ یہ کیف و مستی
اگر میں چھوڑ دیتا مے پرستی

خدا کا نام لو اب نا خداؤں
بچائے گا وہی اب اپنی کشتی

کبھی اس بات سے ہیں بے خبر کہ
مقدر میں بلندی ہے کہ پستی

اگر تم خواب میں آتے نہیں تو
تمہارے دید کو ہر شے ترستی

ادا کرتے اگر ہم شکرِ نعمت
کبھی آتی نہیں یہ تنگ دستی

اسد گر اس کو پانا چاہتا ہے
مٹا دے آپ ہی تو اپنی ہستی

مقام عاشقی پائے ہوئے ہیں
جو ٹھوکر در با در کھائے ہوئے ہیں
میں مثلِ آئینہ جب سے ہوا ہوں
ستمگر سنگ برسائے ہوئے ہیں
تیرے ہی سنگِ در پہ رکھ کے سَر کو
مقدر ہم بھی چمکائے ہوئے ہیں
تیرے اصرار پہ محفل میں تیری
سُنانے حالِ دل آئے ہوئے ہیں
تمہارے حُسن کو دیکھا ہے جب سے
یہ سورج چاند شرمائے ہوئے ہیں
بہاریں روٹھ کر جب سے گئیں ہیں
چمن میں پھول مرجھائے ہوئے ہیں
تصور سے وصالِ شب کے دیکھو
وہ کس طرح سے شرمائے ہوئے ہیں
تمہاری یاد سے جانِ اسدؔ ہم
مکانِ دل کو مہکائے ہوئے ہیں

میری نظروں میں بس تو ہی تو ہے
تیرا جلوہ میرے چار سو ہے
کیا تصور ہے تیرا تصور
ایسا لگتا ہے تو روبرو ہے
تجھ سے آباد دل کا گلستاں
تیرے دم سے ہی یہ رنگ و بو ہے
ہوگئی کیا خطا کوئی ہم سے
اس طرح کیوں خفا آج تو ہے
ذرّے ذرّے میں جلوہ ہے اس کا
جس کی زاہد تجھے جستجو ہے
کیا مٹائے گا اس کو زمانہ
خود نگہباں خدا جس کا تو ہے
حال دل کا اسدؔ ان سے کہہ دے
آج بھی وہ ترے روبرو ہے

بس اسلیے ہی آنکھ ہماری بھی تر نہیں
وہ ہم سے بدگماں ہے مگر اس قدر نہیں

محسوس تجھکو کرتے ہیں سب اپنی ذات میں
پر تجھکو دیکھ لے کوئی ایسی نظر نہیں

لگتے نہ مہکے مہکے سے یہ راستے اگر
ہوتا میری گلی سے تمہارا گزر نہیں

دل سخت ہو چکے ہیں سبھی کے اسی لیے
ناصح تیری نصیحتیں کرتی اثر نہیں

دل کی ہر اک شے پہ اسدؔ خود نگاہ رکھ
اس شہر میں سُنا ہے کوئی معتبر نہیں

کہیں بلند خدا پھر صدائے آہ نہ ہو
مری طرح سے کسی کو کسی کی چاہ نہ ہو

خدا ملا دے تو اس پیکر حیا سے مجھے
تری نظر میں محبت اگر گناہ نہ ہو

زمانے بھر کی نگاہوں سے تو رہے محفوظ
میرے سوا تجھے دیکھے کوئی نگاہ نہ ہو

اگر تو کہہ دے میں اقبال جرم خود کرلوں
میرے خلاف تیرے پاس گر گواہ نہ ہو

کوئی یہ چاہے نہ چاہے مگر میں یہ چاہوں
تیرے سکون کی دنیا کبھی تباہ نہ ہو

اسد کو کر دے مقید تو ایسے زنداں میں
فرار ہونے کی جس میں کوئی بھی راہ نہ ہو

پوچھتے ہیں وہ ہم سے بار بار کس کا ہے
سارے گل تمہارے ہیں تو یہ خار کس کا ہے

جس زمیں پہ چاہت کے گل کھلائے تھے ہم نے
اس زمینِ دل پر اب اختیار کس کا ہے

صاحبانِ علم و فن ایک ساتھ بیٹھے ہیں
پھر بھی ایک دوجے پر اعتبار کس کا ہے

ہجرِ یار میں دونوں مضطرب تو ہیں لیکن
پوچھنا تھا دل زیادہ بیقرار کس کا ہے

اے اسد تمہیں آخر کس طرح سے سمجھاؤں
"ان اداس آنکھوں میں انتظار کس کا ہے"

لمحہ لمحہ سانس ہارے جاؤ گے
تم بنا مارے ہی مارے جاؤ گے

آسماں پر ہے اٹھایا اس لیے
تم زمیں پر پھر اتارے جاؤ گے

اس کی رسی تھام لو اے دوستو
ورنہ اس تک کس سہارے جاؤ گے

ہم سے طوفاں پوچھتا ہے بار بار
ڈوب نے والوں کنارے جاؤ گے

کب تلک بچتے رہو گے اے اسدؔ
اک نہ اک دن تم بھی مارے جاؤ گے

یہ سچ ہے مری جان کہ نایاب ہیں آنکھیں
چاہت کی کتابوں کا حسیں باب ہیں آنکھیں

پروازیِ رفتار کو میں دیکھ کے سوچوں
شاہینِ زمانہ ہے کہ سُرخاب ہیں آنکھیں

یہ ہجر غمِ یار کی لذت کا اثر ہے
اس قدر شب و روز جو پُر آب ہیں آنکھیں

لاتا ہے جہاں موسمِ غم اشک کی کشتی
اس جھیل سی آنکھوں میں ہی غرقاب ہیں آنکھیں

دکھلا دے ہمیں ایک جھلک عارضِ تاباں
مدت سے تری دید کو بیتاب ہیں آنکھیں

آنکھوں کو اسدؔ آپ بھی کیا کیا نہیں کہتے
پر جھیل نہ دریا نہ تالاب ہیں آنکھیں

یار مجھ میں بھی یہ خرابی ہے
''میرا محبوب بھی کتابی ہے''

دیکھ کر لڑکھڑاتے قدموں کو
لوگ کہنے لگے شرابی ہے

آپ کے ذہن میں ہوں میں محفوظ
بس یہی میری کامیابی ہے

سیدھا سادہ ہوں بھولا بھالا ہوں
تُو بتا مجھ میں کیا خرابی ہے

کیسے دیکھوں اسے نظر بھر کے
اس کا چہرہ تو آفتابی ہے

ایک شعر اس کا اک غزل تیری
اے اسدؔ یہ تو بے حسابی ہے

وہ بھی حیا کرو ہیں پہ ٹھہرا ہے
خوشبوؤں کا جہاں بسیرا ہے

بس یہی سوچنے میں گم تھا میں
آئینہ ہے کہ تیرا چہرا ہے

میرے دل کے مکان میں جاناں
تیرے ہی نام کا پھریرا ہے

تجربوں سے یہ ہوگیا ثابت
زندگی اک حسین صحرا ہے

جس کی امید ہم لگائے تھے
یار کیا یہ وہی سویرا ہے

ایک دو دن میں یہ بھرے گا نہیں
اے اسدؔ زخم دل کا گہرا ہے

آنکھ سے جس دن نیند کا رشتہ ٹوٹے گا
مجھ کو پتا ہے مجھ میں کیا کیا ٹوٹے گا

کرچی کرچی ہو جائیں گی تعبیریں
آنکھ میں جس دن خواب کا شیشہ ٹوٹے گا

دونوں جانب بے چینی بڑھ جائے گی
دیکھنا جس دن پل کا رشتہ ٹوٹے گا

خود کو بچانے میں بھی ہم ناکام رہے
کس کو خبر تھی کہ یوں دریا ٹوٹے گا

مہک اٹھیں گے پھولوں سے سب ویرانے
بادل جب جب صحرا صحرا ٹوٹے گا

اس لمحے ہم رب سے تجھ کو مانگیں گے
جانِ اسدؔ جب کوئی تارا ٹوٹے گا

راہِ حق پہ یوں بھی چلنا چاہیے
نیزہ نیزہ سر اچھلنا چاہیے

رُخ ہواؤں کا بدلنا چاہیے
آفتوں کو سر سے ٹلنا چاہیے

نیزہ سینے سے میرے یوں کھینچیے
ساتھ اُنی کے دل نکلنا چاہیے

مایوسی کی رات میں امید کا
اک نہ اک تو دیپ جلنا چاہیے

باندھ کر سر سے کفن اے دوستو
اب ہمیں گھر سے نکلنا چاہیے

وقت رخصت ہو گیا ہے اے اسدؔ
اب یہاں سے ہم کو چلنا چاہیے

دیکھئے تو کیا ہوا ہے
چاند کیوں گہنا ہوا ہے

چاندنی روٹھی ہوئی ہے
چاند سے جھگڑا ہوا ہے

تم بلاؤ میں نہ آؤں
کیا کبھی ایسا ہوا ہے؟

میکدے میں مَیں نہیں تھا
آپ کو دھوکا ہوا ہے

جانے کو بھی کہہ رہے ہو
ہاتھ بھی پکڑا ہوا ہے

اے اسدؔ اب وہ کریں گے
ہم نے جو سوچا ہوا ہے

اپنے لیے پسند کوئی غم نہ کر سکا
آنکھوں کو اپنی آج بھی میں نم نہ کر سکا

تیری طرح نظر سے پلانے کے بعد بھی
شدت کی تشنگی کو کوئی کم نہ کر سکا

جو کہہ رہا تھا مجھ پہ ہے اثرات عشق کے
آیت وہ پڑھ کے مجھ پہ کوئی دم نہ کر سکا

سہتا رہا میں ظلم و ستم رات بھر مگر
ظالم کے آگے سر کو کبھی خم نہ کر سکا

جان اسدؔ سنا ہے کہ کوشش کے باوجود
ثابت تو میرے اشک کو زم زم نہ کر سکا

حقیقتیں ہیں یہ وہم و گمان تھوڑی ہے
وہ راہزن ہے کوئی پاسبان تھوڑی ہے

یہ کہہ کہ کوئی بھی اب پیچھے ہٹ نہیں سکتا
یزیدِ وقت مِرا امتحان تھوڑی ہے

ہر ایک در پہ جھکاتے ہیں جو جبیں اپنی
انہیں بتاؤ یہ مومن کی شان تھوڑی ہے

پڑے گا وقت وطن پر تو جاں لٹا دوں گا
وطن سے پیاری مجھے اپنی جان تھوڑی ہے

خدائے وقت سمجھتے تھے جو اسدؔ خود کو
جہاں میں باقی اب ان کا نشان تھوڑی ہے

عین شین قاف کر
ہر خطا معاف کر

مان بھی جا میری بات
ختم اختلاف کر

رنجشوں کی دھول سے
دل کو اپنے صاف کر

گر خطا ہوئی ہے تو
دل سے اعتراف کر

اس پری کے واسطے
دل کو کوہِ قاف کر

خود فریبی کا جال مَیں اور تُو
عشق ہجر و وصال مَیں اور تُو

سازشیں انکی ہوگئی ناکام
بچ گئے بال بال مَیں اور تُو

تیرا شہر میں کوئی بھی نہیں
ہیں فقط ہم خیال مَیں اور تُو

پی کے نظروں سے ایک دوجے کی
آ مچائیں دھمال مَیں اور تُو

وقتِ رخصت بدل دے جان اسدؔ
اپنا اپنا رومال مَیں اور تُو

میری جاں کے واسطے ہے تیری غمخواری عذاب
ہو رہا ہے روز میری روح پر طاری عذاب

اک طرف تو تیرا غم ہے اک طرف تنہائیاں
جھیلنا پڑتا ہے جاناں مجھ کو دو دھاری عذاب

خواب میں دیدار تیرا ہو رہا تھا خیر سے
لگ رہی ہے مجھ کو ہی اب میری بیداری عذاب

منہ چھپائے پھر رہا ہے آج تو ہر ایک سے
بن گئی ہے تیری خاطر تیری ہشیاری عذاب

آج گر خاموشیوں سے سہہ گئے تو دیکھنا
ہم پہ نازل ہوگا ہر دن ایک سرکاری عذاب

مرضیِ مولا سمجھ کر کون خوش ہے دوستوں!
لگ رہی ہے سب کو اپنی اپنی بیماری عذاب

تو بے رخی سے سہی ہم سے ہم کلام تو ہے
ترے حسین لبوں پہ ہمارا نام تو ہے

تو دیکھتے ہی جھکا لیتا ہے نگاہوں کو
تری نظر میں مرا اتنا احترام تو ہے

یہ اور بات کہ ملتے نہیں ہیں ہم دونو
ہمارے بیچ میں لیکن دعا سلام تو ہے

جو چاہے آ کے بجھائے وہ تشنگی اپنی
تمہاری بزم میں اس قدر اہتمام تو ہے

تمہاری یاد کی تنویر سے اے جان اسدؔ
شمع کی طرح سے روشن ہماری شام تو ہے

کس کی خاطر لیے گلشن سے گلِ تر جاؤں
منتظر کون ہے میں کس کے لئے گھر جاؤں

میرے چھونے سے مہک اٹھے تمہارا یہ وجود
کاغذی پھول کو کر کے میں معطّر جاؤں

یار تنہائی کے احساس سے بچنے کے لیے
ساتھ لے کر میں تری یاد کا لشکر جاؤں

اس نے مٹّی سے بنا کر مجھے عظمت بخشی
اور پھر حکم دیا یہ کہ زمیں پر جاؤں

پیاس صحرا کی بجھاتے ہوئے گزروں کہ اسدؔ
اپنی آنکھوں میں چھپا کر میں سمندر جاؤں

اے اسدؔ لوٹ کے جاتے ہوئے اس کی جانب
بزمِ دنیا سے لئے بوجھ نہ دل پر جاؤں

تنہائیوں میں بیٹھ کے یہ سوچنا بھی ہے
یہ کون آئینہ بھی پسِ آئینہ بھی ہے

میں تم کو دیکھنے میں ہوا محو اس قدر
یہ بھی رہا نہ یاد کہ کچھ بولنا بھی ہے

جب سے تمہارا قرب میسر ہوا مجھے
دل جھومتا ہے گاتا ہے اور ناچتا بھی ہے

سچ سچ بتاؤ تم کو یہ احساس کب ہوا
تم سے زیادہ تم کو کوئی چاہتا بھی ہے

میں تو سمجھ رہا تھا کہ تنہا ہوں میں یہاں
خوشبو بتا رہی ہے کوئی دوسرا بھی ہے

میخانۂ وفا کو یوں بدنام مت کرو
موجود ایک رند یہاں پارسا بھی ہے

جانِ اسدؔ غزل میں مَیں لے لوں تمہارا نام
موقع بھی محل بھی ہے ہم قافیہ بھی ہے

اشعار و قطعات

مزا آتا ہے

وہ مرے ساتھ جو چلتی ہے مزہ آتا
خود ہی گر گر کے سنبھلتی ہے مزہ آتا ہے
چھپکلی دیکھ کے کمرے کے کسی کونے میں
خوف سے جب وہ اچھلتی ہے مزہ آتا ہے

پوچھ

کس جرم کی ہم جھیل رہے ہیں یہ سزا پوچھ
آنکھوں سے مرے اشک نکلنے کی وجہ پوچھ
دہکائے گئے ہیں کہاں نفرت کے شوالے
برسی ہے کہاں جھوم کے الفت کی گھٹا پوچھ

خود کو کب تک بچائے گا آخر
میں مسلسل تری تلاش میں ہوں

سیّدی

تمہیں آج اور ابھی لکھنا پڑے گا
ہر اک پل کو صدی لکھنا پڑے گا
تمہیں بھی داد ان سے چاہیے تو
اسد جی سیّدی لکھنا پڑے گا

گواہی

اک نئی صبح کے آثار میں پاگل کر دے
تو جسے چاہے اسے پیار میں پاگل کر دے
فیصلہ تیری گواہی پہ رکا ہے آ کر
آ کے ثابت مجھے دربار میں پاگل کر دے

آنکھیں مری خوشی سے چمکنے لگی اسد
جب بھی وہ مرے ذہن کے کاسے میں آ گیا

ممتاز محل

یار سرگرمِ عمل ہو تو کوئی بات بنے
مسئلہ زیست کا حل ہو تو کوئی بات بنے
بن کے میں شاہ جہاں سوچ رہا ہوں تُو بھی
مثلِ ممتاز محل ہو تو کوئی بات بنے

عینک

چراغِ عشق کو پہلے جلا کے دیکھتے ہیں
پھر اس کے بعد میں تیور ہوا کے دیکھتے ہیں
شبِ فراق میں یہ تجھ کو دیکھنے والے
تصورات کی عینک لگا کے دیکھتے ہیں

حقیقت

نظر مجھ سے ملا کر کیا کرو گے
سکونِ دل لٹا کر کیا کرو گے
حقیقت سامنے آ کر رہے گی
حقیقت کو چھپا کر کیا کرو گے

وعدہ

آپ اس طرح سے جب جب بھی بلاؤ گے مجھے
اپنی دہلیزِ محبت پہ ہی پاؤ گے مجھے
وعدہ کرتا ہوں تمہیں اتنی محبت دوں گا
کہ کبھی بھول کے بھی بھول نہ پاؤ گے مجھے

غم

کوئی مونس کوئی ہمدم نہیں ہے
ہمیں اس بات کا بھی غم نہیں ہے
چھلکنے سے تم آنکھوں کو نہ روکو
کہ اس میں اشک ہے زم زم نہیں ہے

نام

دور کھڑا میں دیکھ رہا تھا
سایہ تیرے قد سے بڑا تھا
اپنے نازک ہاتھ سے تو نے
ریت پہ میرا نام لکھا تھا

تھا بھی نہیں بھی تھا

پاگل وہ میرے پیار میں تھا بھی نہیں بھی تھا
''وہ میرے انتظار میں تھا بھی نہیں بھی تھا''
وہ باوفا ہے یا نہیں کیسے کہوں تمہیں
یہ وصف میرے یار میں تھا بھی نہیں بھی تھا

عنوان

جان کر جان کا نقصان نہیں کر سکتا
یہ خطا کوئی بھی انسان نہیں کر سکتا
موت کا لفظ تو آخر میں لکھا جاتا ہے
میں اسے زیست کا عنوان نہیں کر سکتا

آگ

اپنی تکلیف زمانے کو بتاتے ہوئے لوگ
جا رہے ہیں یہ کہاں شور مچاتے ہوئے لوگ
ان کا گھر بھی ہے مرے یار اسی بستی میں
کیسے یہ بھول گئے آگ لگاتے ہوئے لوگ

معلوم

تم ساتھ مرا چھوڑ کے جاؤ گے نہیں نا
منہ مجھ سے کبھی موڑ کے جاؤ گے نہیں نا
شیشے سے بھی نازک ہے یہ معلوم ہے تم کو
تم دل کو مرے توڑ کے جاؤ گے نہیں نا

مُدّت سے ترِے حُکم پہ ساکت ہیں یہ کہسار
مُدّت سے ترِے حُکم سے دریا یہ رواں ہے

شاعری

یاد

اسد ہاشمی

یاد رہتے ہیں مجھ کو سب چہرے
صرف میں نام بھول جاتا ہوں

رومان اگر حسی تجربے کے ہمہ مناسبات میں منقلب ہوتا ہوا محسوس ہو تو ہر ہر اظہاریے میں طرفگی اور انفرادی لہروں کا ہلکورے لینا طے ہے۔ جذبے کی درست اثرپذیری اور توثیقی لوازمات اسد ہاشمی کے ہنر کا جزو بن رہے ہیں اور اس میں غیر عمومی معروض میں نئی موضوعیت تک رسائی کی للک کے پیش نظر یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ آئندگاں کی صف میں ایک اہم شاعر ثابت ہوگا۔ اسد ہاشمی کے ہاں رومان محض جزوقتی حظ انگیزی کا باعث نہیں بلکہ ایک سرشاری کی سی مستقل کیفیت کا باعث بنتا ہے سو یہ ایک طرفہ خوبی ہے۔ بعید نہیں کہ آئندہ چند برسوں میں اسد ہاشمی ان علائم اور تلازمات کے نئے نئے انسلاکات کی فضا پر بھی کمند ڈالنے میں ماہر ہو جائے جس کی رو سے شعری ڈسکورس میں بدلتے ہوئے زمانے کے حسی اور معروضی تناظرات سانس لے رہے ہیں۔ شاندار کامرانی اور بہتر مستقبل کے لیے دعاگو

فرزاد علی زیرک